ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور پاکستان

19/5

بدل اشتراک

سالانہ ——— ۱۸ روپے
ششماہی ——— ۱۰ روپے
سہ ماہی ——— ۵ روپے

فی شمارہ ۴۰ پیسے

جلد نمبر ۱۹ ——— شمارہ نمبر ۵

۲۷ جمادی الاول ۱۳۹۳ھ ۰ ۲۹ جون ۱۹۷۳ء

مطبوعات انجمن خدام الدین لاہور پاکستان

شیرانوالہ دروازہ لاہور ——— فون نمبر: ۶۷۵۲۵

تحریر: اختر راہی ایم اے

ایک غیر معروف اہم شخصیت — مولوی محمد دین قندھاری

مولانا ابوالکلام آزاد کی تفسیر ترجمان القرآن کا جن کے نام سے انتساب ہے

مولانا آزاد رحمۃ اللہ علیہ "ترجمان القرآن" کا انتساب ان الفاظ میں لکھتے ہیں:

غالباً دسمبر ۱۹۱۸ء کا واقعہ ہے کہ میں رانچی میں نظر بند تھا۔ عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر مسجد سے نکلا۔ تو مجھے محسوس ہوا کہ کوئی شخص پیچھے آ رہا ہے۔ مڑ کے دیکھا تو ایک شخص کمبل اوڑھے کھڑا تھا۔

"آپ مجھ سے کچھ کہنا چاہتے ہیں؟"

"ہاں جناب میں بہت دور سے آیا ہوں"

"کہاں سے"

"سرحد پار سے"

"یہاں کب پہنچے؟"

"آج شام کو پہنچا۔ میں غریب آدمی ہوں۔ قندھار سے چل کر پیدل کوئٹہ پہنچا۔ وہاں چند ہم وطن سوداگر مل گئے تھے انہوں نے نوکر رکھ لیا اور آگرہ پہنچا دیا۔ آگرہ سے یہاں تک پیدل چل کر آیا ہوں"

"افسوس تم نے اتنی مصیبت کیوں برداشت کی"

"اس لیے کہ آپ سے قرآن مجید کے بعض مقامات سمجھ لوں۔ میں نے "الہلال" اور "البلاغ" کا ایک ایک لفظ پڑھا ہے۔"

یہ شخص چند دنوں تک ٹھہرا اور پھر یکایک واپس چلا گیا۔ وہ چلتے وقت اس لیے نہیں ملا کہ اسے اندیشہ تھا میں اسے واپسی کے مصارف کے لیے روپیہ دوں گا اور وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کا بار مجھ پر ڈالے۔ اس نے یقیناً واپسی میں بھی مسافت کا بڑا حصہ پیدل طے کیا ہو گا۔

مجھے اس کا نام یاد نہیں۔ مجھے یہ بھی معلوم نہیں کہ وہ زندہ ہے یا نہیں۔ لیکن میرے حافظے نے کوتاہی نہ کی ہوتی تو میں یہ کتاب اس کے نام منسوب کرتا۔

"ترجمان القرآن" کا قاری یہ انتساب پڑھ کر چند لمحے سوچے بغیر نہیں رہ سکتا کہ وہ کون خوش نصیب تھا جس کے شوق بے پایاں سے مولانا آزاد اس قدر متاثر ہوئے کہ اپنی بہترین تالیف "ترجمان القرآن" اس کے نام منسوب کر دی۔

یہ خوش قسمت انسان "مولوی محمد دین قندھاری" تھا۔ موصوف قندھار کے رہنے والے تھے اور زندگی بھر طلب علم کے لیے دور دراز ملک کے سفر اختیار کرتے رہے۔ مولانا فضل حق رامپوری اور ملا محمد پردل قندھاری سے استفادہ کیا تھا۔ ان کی زندگی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کی تفسیر تھی کہ پیدائش سے لے کر قبر [illegible] علم حاصل کرو۔ موصوف منطق و فلسفہ میں مہارت رکھتے تھے۔ منطق کی امہات کتب مثلاً قاضی مبارک اور حمد اللہ کے مطالب نوک زبان تھے اسی طرح فلسفہ میں شمس بازغہ کے مضامین پر عبور حاصل تھا۔

جون ۱۹۱۲ء میں مولانا آزاد نے "الہلال" جاری کیا۔ "الہلال" نے قومی زندگی میں قرآن کی تعلیمات کے نفوذ کے لیے قرآنی تعلیمات کے مختلف پہلوؤں پر حکیمانہ تبصرہ کیا اور روزمرہ کے واقعات قرآنی روشنی میں پیش کیے۔ مولانا آزاد کی نگارشات سے قرآن فہمی عام ہوئی اور قوم میں یہ تڑپ پیدا ہوئی۔ کہ اپنے جملہ مشکلات کا حل قرآن میں تلاش کرتا ہے۔

نومبر ۱۹۱۴ء میں "الہلال" کی دو ہزار روپے کی ضمانت ضبط ہو گئی اور دس ہزار روپے ضمانت مزید طلب کر لی گئی۔ مولانا نے ضمانت داخل کرانے سے بہتر یہی سمجھا کہ "الہلال" بند کر دیا جائے۔ چنانچہ یہ مقصد ہفت روزہ جس نے برصغیر کی صحافت کو ایک نیا ولولہ اور قوم کو انقلاب انگیز پیغام دیا تھا ۱۸ نومبر ۱۹۱۴ء کے بعد شائع نہ ہو سکا۔

پہلی عالمگیر جنگ اپنی پوری ہولناکیوں کے ساتھ جاری تھی اور برطانوی حکومت نے طرح طرح کی پابندیاں عاید کر رکھی تھیں تاہم مولانا نے ۱۲ نومبر ۱۹۱۵ء کو "البلاغ" کے نام سے نیا ہفت روزہ جاری کر دیا "البلاغ" کا ایک مستقل کالم "باب التفسیر" تھا۔

مولانا آزاد نے "الہلال" اور "البلاغ" کے ذریعے قرآن فہمی کا ذوق پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ اس مقصد جلیلہ کی خاطر ۱۹۱۴ء میں "دار الارشاد" قائم کیا اس کے مقاصد بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"چند سال پیشتر کا واقعہ ہے کہ مشیت الٰہی نے اس عاجز کی رہنمائی کی اور "الہلال" سے قرآن حکیم کی تبلیغ و دعوت کی صدا از سر نو بلند کی لیکن اس عرصہ میں جو کچھ ہوا وہ ایک دعوت عام تھی جس کے ذریعے فہم و بصیرت قرآن کی نئی راہیں عوام و خواص نے اپنے سامنے دیکھیں اور قرآن کریم کے عشق و شیفتگی کا ایک نیا ولولہ دلوں میں پیدا ہو گیا تاہم اس دعوت کی ایک دوسری منزل ابھی باقی ہے اور وہی فی الحقیقت اہم تر مقام سعی و طلب ہے یعنی قوم میں کثرت کے ساتھ ایسے افراد پیدا کیے جائیں جو انہی راہوں پر چل کر قرآن حکیم کے علوم و معارف کی تکمیل حاصل کریں اور ان کے ذریعے قوم میں ارشاد و ہدایت اور احیائے دعوت و تذکیر کا عملی سلسلہ بالعموم [illegible] ہو سکے۔

ہمارے کاموں کی بڑی [illegible] میں مسلمانوں کی داخلی اصلاح [illegible] عمل اور غیر قوموں میں [illegible] کام بغیر کسی ایسی جماعت کی [illegible] پا سکے جس قدر تحریکیں [illegible] اور متفرق کوششیں بغیر اس [illegible] طرح ضائع ہو جائیں گی [illegible] ضائع ہو چکی ہیں۔

دار الارشاد کا مقصد [illegible] الی القرآن کی اس دو[illegible] ہو اور تھوڑے وقت اور [illegible] علم و فکر کے ایک ایسی جماعت [illegible] قرآن حکیم کی دعوت و تبلیغ [illegible] ارشاد امت کا فرض انجام [illegible]

(البلاغ [illegible])

مولانا آزاد کے "الہلال" اور [illegible] نے ہزاروں ذہنوں میں انقلاب [illegible] ایک مولانا محمد دین قندھاری بھی تھے [illegible] سے درس قرآن لینے کا ارادہ [illegible] ۱۹۱۶ء کو حکومت بنگال نے [illegible] INDIA ORDANCE سے باہر جانے کا حکم دے دیا [illegible] کے تحت پنجاب، یو پی اور [illegible] صوبوں میں داخلے پر پابندی [illegible] بہار) تشریف لے گئے [illegible] نے مولانا کو وہیں نظر بند کر [illegible] اور آخر ۲۷ دسمبر ۱۹۱۹ء کو [illegible] اس نظر بندی کے دوران [illegible] حاضر ہوئے۔ جیسا کہ مولانا [illegible] موصوف نے قندھار سے [illegible] پا پیادہ کیا اور چند [illegible] استفادہ [illegible] چپکے سے چلا گیا۔

مولوی موصوف ۱۹۲۰ء میں [illegible] اور مولانا آزاد کی تفسیر ترجمان القرآن [illegible]

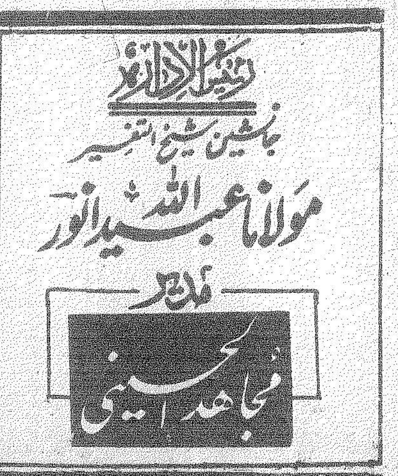
(مسلسل [illegible])



۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۳ھ
۲۹ جون ، ۱۹۷۳ء

جلد ۱۹ — شمارہ ۵





سوشلزم کا تذکرہ کیوں ؟

پنجاب کے وزیر خزانہ نے بجٹ پیش کرتے ہوئے اپنی تقریر کے دوران کہا ہے کہ سوشلزم ہی اسلام کا نظام اولین ہے اور اگر ہم نے سوشلزم کو نہ اپنایا تو یہاں پر کمیونزم آجائے گا۔

صوبائی وزیر خزانہ نے اپنی مدلل طویل تقریر میں قرآن حکیم کے حوالہ جات سے بھی یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ نظام سوشلزم اسلام کے نظام معیشت سے متصادم نہیں ہے — ہمیں بجٹ کے موضوع پر فی الحال اپنی رائے کا اظہار نہیں کرنا ہے کہ مرکز اور صوبائی حکومتوں نے اپنے سالانہ بجٹ میں جہاں کھیل کود ثقافت اور دیگر ہر قسم کی مادی ضروریات انسانی پوری کرنے کے لیے خزانہ سرکار میں خاصی رقوم مخصوص کی ہیں وہاں اسلام کی تبلیغ و اشاعت اور لوگوں کی روحانی تسکین اور بالیدگی کے لیے بجٹ میں کیا گنجائش رکھی ہے ؟ — ہمیں تو فی الحال اس عنوان پر اظہار خیال کرنا ہے کہ پاکستان نئے آئین کی رو سے اسلامی جمہوریہ قرار پا چکا ہے اور حکمران جماعت بھی قومی اسمبلی میں اسلامی سوشلزم کی اصطلاح سے دستبردار ہو گئی ہے اور اس لفظ کے استعمال پر اصرار نہیں کیا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ اس جماعت کے وزراء کی جانب سے صوبائی اسمبلیوں کی تقاریر میں "سوشلزم" کے الفاظ پر اصرار کیا جائے۔ اور اسلامی نظام معیشت کی جگہ خواہ مخواہ سوشلزم کی اصطلاح استعمال کرکے فکری و نظری اساس پر ایک نئے فتنے کو جنم دیا جائے۔

جہاں تک وزیر خزانہ کے اس فرمان کا تعلق ہے کہ پاکستان میں اگر ہم نے سوشلزم کو نہ اپنایا تو کمیونزم آجائے گا کسی طور بھی صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ پاکستان میں پچیس سال تک زبانی کلامی "اسلام اسلام" کی دہائی دی جاتی رہی اور اسلام کے عملی نفاذ کے سلسلے میں قطعاً کوئی کوشش نہ کی گئی۔ نتیجۃً اس ملک میں "اسلامی سوشلزم" کے نعرے نے مقبولیت حاصل کر لی۔ آج یہ نعرہ بھی استعمال ہو چکا ہے اور رہنماؤں کے فریب کارانہ روش کے باعث یہ نعرہ بھی سراب ثابت ہو گیا ہے اور آئندہ کمیونزم کا خطرہ سنگین صورت اختیار کر گیا ہے۔ ملک کو اگر واقعی کمیونزم کی لعنت سے بچانا ہے تو سوشلزم کی بجائے صحیح اسلامی نظام رائج کر دیا جائے۔

قومی اسمبلی کے اجلاس میں حکمران جماعت اور حزب اختلاف نے اس خطرے کے پیش نظر کہ پاکستان اسلام کی اساس پر قائم ہوا تھا اسے اگر لادین ریاست بنانے کا فیصلہ کر لیا گیا تو پھر "کمیونزم" کی یلغار سے اس ملک کو کوئی نہیں بچا سکتا۔ پھر جبکہ بنگلہ دیش کے قیام کی صورت میں پیغمبر روس کی بالادستی قائم ہو چکی ہے اور بعض صوبوں میں روس نواز جماعت اپنا گہرا اثر و رسوخ بھی رکھتی ہے۔ ایسے سنگین ماحول میں اسلام کو چھوڑ کر سوشلزم کی بات کرنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص کتے کا گوشت تو حلال قرار دے (نعوذ باللہ) اور خنزیر کو حرام۔

سوشلزم اور کمیونزم کے مابین کتے اور خنزیر کا ہی فرق سمجھ لیجئے۔ دونوں حرام ہیں۔ حکمران جماعت پیپلز پارٹی کی جانب سے قومی اسمبلی کی سطح پر اسلامی سوشلزم کی اصطلاح کو متروک قرار دینے کے بعد اس کے استعمال کا خواہ مخواہ سہارا لینا اسمبلی کے فیصلوں کی تضحیک اور پیپلز پارٹی کے مسلک و موقف کی خلاف ورزی ہے بلکہ اس کی راہ میں کانٹے بکھیرنے اور خطرناک رکاوٹیں کھڑی کرنے کے مترادف ہے۔ ارباب اختیار کو چاہیئے کہ وہ اسلام ہی کو اپنائیں اور کفر و الحاد کا سہارا لینے کی سعی ناکام میں اپنا وقت ضائع نہ کریں۔

• حج کے لیے درخواستوں کا اعلان

مرکزی وزیر حج نے اعلان کیا ہے کہ حج کی درخواستیں یکم جولائی سے وصول کی جائیں گی۔ حج کی پوری رقم یکمشت جمع کرانا ہوگی اور جو بینک رقم وصول کرنے کے مجاز ہوں گے چند روز تک ان کے ناموں کا اعلان کر دیا جائے گا۔ حکومت کی طرف سے یہ اعلان عازمین حج کو صرف خبردار کرنے کے لیے سمجھا گیا ہے۔ ورنہ پروگرام کے مطابق حج پالیسی کا مفصل اور واضح اعلان ہونا چاہیئے تھا۔

گزشتہ سال حکومت کی جانب سے حج پالیسی کا جو اعلان کیا گیا تھا وہ قسط وار تھا اور یکے بعد دیگرے وقفوں کے ساتھ اس کا اظہار کیا جاتا تھا ہم نے گزشتہ برس بھی حکومت کو مشورہ دیا تھا کہ متضاد اور ایک دوسرے سے مختلف باتوں کے بجائے مخصوص اور واضح بات ہونی چاہیئے تاکہ لوگ اس کی روشنی میں دلجمعی اور وثوق کے ساتھ کوئی فیصلہ کر سکیں۔

"خیر ! گزشت آنچہ گزشت"

حکومت کی طرف سے مرکز میں باقاعدہ ایک حج مشاورتی کمیٹی قائم ہے۔ نامعلوم اس سال اس کا وجود برقرار رکھا گیا ہے یا نہیں تاہم ضرورت اس بات کی ہے کہ وزیر حج کے بیان کے مطابق گزشتہ سال کے تجربات کی روشنی میں نئی حج پالیسی وضع کرکے ملک اور قوم دونوں

کے لیے کوئی سود مند قدم اٹھایا جائے۔

حکومت پاکستان نے گذشتہ سال سرکاری حج وفد پر ڈھائی لاکھ روپے سے زاید رقم خرچ کی تھی خزانہ سرکار پر زرِ کثیر کا بوجھ ڈالنے اور بے انداز مصارف کے باوجود نہ تو سرکاری حج وفد کے کسی رکن کی جانب سے عازمین حج کی سہولت کے لیے کوئی نئی تجاویز پیش کی گئی ہیں اور نہ ہی اخباری اطلاعات کے مطابق ان اراکین کا اجلاس طلب کر کے ارباب اختیار نے کوئی مشورہ ہی طلب کیا ہے ـــــ پاکستانی حجاج کو گذشتہ سال بڑے تلخ تجربات ہوئے ہیں حکومت اگر اس سال ان کی روشنی میں کوئی ٹھوس اور حجاج کے لیے سہولت بخش قدم نہیں اٹھاتی ہے تو اس سے حاجیوں کی مشکلات میں اضافے کے ساتھ ساتھ سعودی عرب میں جاکر دنیائے اسلام کے سامنے پاکستان کی سخت بدنامی اور توہین و تذلیل ہوگی۔

ہم مرکزی وزیر حج مولانا کوثر نیازی کی خدمت میں گذارش کریں گے۔ کہ وہ اس سال کے لیے حج پالیسی کی تفصیلات کا اعلان کرنے سے قبل پاکستانی حج وفد کے اراکین، مرکزی حج مشاورتی کمیٹی اور اس موضوع پر وسیع معلومات رکھنے والے دیگر اہل الرائے حضرات کا خصوصی اجلاس طلب کر کے ان سے ضرور مشاورت کریں تاکہ امسال عازمین حج کو گذشتہ برس کی طرح گوں ناگوں مشکلات کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

نیز ـــ ہم ان حضرات کی خدمت میں بھی گذارش کریں گے جو حکومت کی حج پالیسی کو اکثر موضوع بحث بناتے رہتے ہیں وہ اخبارات و رسائل کے ذریعے یا ارباب اختیار سے ملاقات کر کے حج پالیسی کے سلسلہ میں اپنی قیمتی تجاویز ضرور پیش کریں۔ کیونکہ حکومت کی حج پالیسی اگر صحیح بنیاد پر مرتب ہوگی تو فائدہ عازمین حج کو ہی پہنچے گا۔ اور اگر غلط ہوگی تو نقصان بھی عازمین حج ہی کو ہوگا۔ اور وہی اس کا خمیازہ اٹھائیں گے اس لیے جو شخص اپنے ذہن میں عازمین حج کے فائدے کی معمولی تجویز بھی رکھتا ہے اس کا ملی اور ملکی فرض ہے کہ ارباب اختیار کے سامنے پیش کرے تاکہ حج ایسے مقدس مذہبی فریضہ کی ادائیگی میں آسانیاں اور سہولتیں فراہم ہوں اور بین الاسلامی اجتماع میں اسلامی جمہوریہ پاکستان کو کسی قسم کی ذلت اور رسوائی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

مجاہد الحسینی
۲۳ رجون ۱۹۷۳ء

اسلامی تعلیم وتحقیق، معاشرہ کی اصلاح، اور اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے لیے

بجٹ میں کوئی رقم مخصوص نہیں کی گئی

مرکزی اسمبلی میں

مولانا عبدالحق اکوڑہ خٹک کی بجٹ پر ناقدانہ تقریر

مولانا عبدالحق اکوڑہ خٹک نے قومی اسمبلی میں بجٹ پر بحث میں حصہ لیتے ہوئے اپنی تقریر میں کہا کہ اگرچہ بجٹ میں کچھ اچھے فیصلے کیے گئے ہیں مگر یہ کتنا انتہا پسندی ہے کہ بجٹ خامیوں سے پاک ہے۔ انہوں نے کہا جب تک معاشرہ کی اخلاقی خرابیوں کی اصلاح اور معاشی لوٹ کھسوٹ کی ہوس کا ازالہ نہ کیا جائے اچھا سے اچھا بجٹ بھی ملک کو خوشحالی نہیں دے سکتا۔ انہوں نے کہا۔ اسلام میں معاشیات اور اخلاق، تہذیب نفس کا گہرا تعلق ہے عوام بنیادی ضروریات کی فراہمی حکومت کا بنیادی فرض ہونے کے باوجود ملک کی اکثریت اب بھی بنیادی ضروریات کے لیے تڑپ رہی ہے۔ دیہات اور شہری غربت سے نالاں ہیں۔ مولانا عبدالحق نے اپنے حلقہ انتخاب نوشہرہ کے بارے میں کہا کہ آج بھی وہاں کی پسماندگی، بجلی، پانی طبی، تعلیمی ضروریات سے محرومی ۴۷ء سے قبل جیسی ہے۔

مولانا عبدالحق نے بجٹ میں اسباب تعیش اور بے جا اخراجات بھاری تنخواہوں پر نکتہ چینی کی جب سادگی اور کفایت شعاری آدھی معیشت ہے۔ مولانا عبدالحق نے کہا کہ بجٹ سودی نظام پر قائم ہے۔ جو بجٹ کی بدترین خرابی ہے۔ مولانا نے کہا کہ امریکہ بالآخر سودی نظام کی وجہ سے مالی بحران میں مبتلا ہوا۔ مولانا عبدالحق نے بجٹ میں ہارس شو کے نام سے جوا بازی، پیشہ ور طوائف پر ٹیکس، ثقافتی طائفوں کے تبادلہ پر زرمبادلہ کی بربادی، آرٹ اور کلچر کے نام پر لاکھوں روپے کا ضیاع پر سخت تنقید کی۔ مولانا عبدالحق نے کہا کہ بجٹ میں شراب کی آمدنی اور چار کروڑ روپے سے زاید سالانہ زرمبادلہ کی ادائیگی بدترین اور بدنما داغ ہے۔ مولانا عبدالحق نے کروڑوں روپے خاندانی منصوبہ بندی پر خرچ کرنے پر بھی تنقید کی اور کہا یہ سب چیزیں اسلامی نقطۂ نظر سے ناجائز ہیں۔ مولانا عبدالحق نے بجٹ کا سب سے تاریک پہلو یہ قرار دیا کہ اس میں اسلامی تعلیم وتحقیق، معاشرہ کی اصلاح اور ملک و بیرون ملک اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے لیے کچھ نہیں رکھا گیا۔

نہ ملک کے

دینی اداروں کی امداد کا ذکر ہے۔ مولانا عبدالحق نے اپنی تقریر میں واضح کیا کہ تبلیغ اسلام کے نام پر قادیانی جماعت" کو زرمبادلہ دیا جا رہا ہے جس نے بھارت اور اسرائیل کی سازش سے ملک تکڑے کیا۔ انہوں نے کہا یہ فرقہ اپنے غلط مذہب کو بھاری مالی وسائل کے ذریعے دنیا میں پھیلا کر مسلمانوں کے اتحاد پر ضرب لگا رہا ہے۔ انہوں نے اپنی تقریر میں اس پر افسوس کا اظہار کیا کہ اسمبلی نے میرے اسلام کے تحریری سوالات کو مسترد کر دیا۔ مولانا نے کہا میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ اس فرقے کے رشتے اسرائیل اور بھارت کے ساتھ ملے ہوئے ہیں۔ نہ صرف پاکستان کی بربادی بلکہ پورے عالم اسلام کے مسلمانوں کی مصیبتوں میں قادیانیوں کا بڑا حصہ ہے۔

تبلیغ اسلام کے نام پر قادیانی جماعت کو زرمبادلہ دیا جا رہا ہے

جانشین شیخ التفسیر
حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہ العالی
امیر انجمن خدام الدین کے نام

جنگی قیدیوں کے خطوط

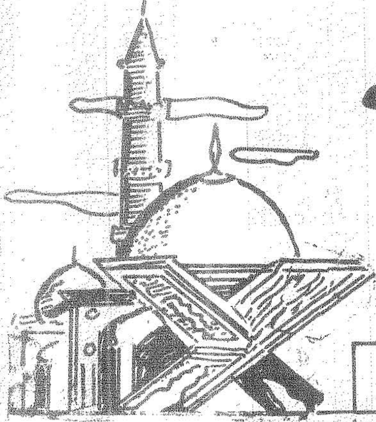
بھارت کے ظالمانہ اور سفاکانہ پنجہ استبداد کے شکار فرزندان اسلام جنگی قیدیوں کے بے شمار خطوط جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہ کے نام موصول ہوتے ہیں ان میں سے ہر ایک کے جواب بھی دیے جاتے ہیں بعض حضرات نے حضرت کی خدمت میں دعاؤں کی درخواستیں کی ہیں حضرت نے سب کے لیے دعا بھی کی ہے اور حضرت نے اپنے پاس سے بعض کے لیے کپڑے ادویات اور دیگر ضروری اشیاء پر مشتمل پارسل بھی ارسال کیے ہیں جن قیدیوں کو مل جاتے ہیں وہ تصدیق کرتے ہیں اور جنہیں موصول نہیں ہوتے وہ بھارتی حکومت کا شکوہ کرتے ہیں۔

چند قیدیوں کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:-

۱۔ جناب سب انسپکٹر محمد سلیمان صاحب قیدی نمبر ۶۲۲۰۳۴ کیمپ نمبر 56 A/o C/o A-41 انڈیا

۲۔ جناب محمد فصیح الدین صاحب قیدی نمبر 28/0767 کیمپ نمبر پی او ڈبلیو نمبر ۲۸ (E/13) ENCL.1. وا معرفت 56 اے پی او۔ انڈیا

۳۔ جناب غلام مصطفیٰ صاحب قیدی نمبر ۵۲۰۵۵۲ کیمپ نمبر پی ایس او نمبر ۵۲ - انڈیا۔



اجتماع جمعۃ المبارک ۱۵ جون ۱۹۷۳ء

انسان اپنا مقصدِ تخلیق فراموش کر چکا ہے

مسلمانوں کی ناکامیوں کی وجہ اللہ تعالیٰ کے احکام سے روگردانی ہے

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبیداللہ انور دامت برکاتہم کا خطاب

مرتب عبدالرشید انصاری

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ - اما بعد :-

فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم ط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۱۶۲ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ۱۶۳ ، (سورۃ الانعام)

ترجمہ : کہہ دو بیشک میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ہی کے لیے ہے جو سارے جہاں کا پالنے والا ہے - اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور مجھے اسی کا حکم دیا گیا تھا اور میں سب سے پہلے فرمانبردار ہوں۔

یہ دنیا جو کروڑوں سالوں سے آباد ہے اور اللہ ہی جانتا ہے کب تک آباد رہے گی یہاں نت نئی مخلوقات پیدا ہوتیں ، جنم لیتیں اور اپنی طبعی عمر گزار کر فنا ہو جاتی ہیں کیونکہ دنیا دار الفنا ہے اور دار البقا صرف آخرت کا گھر ہے۔

یہاں پر انسان اپنی حیات ، پرورش ، راحت و فرحت کے لیے محنت و مشقت کر کے چیزیں تیار کرتا ہے گھر بناتا ہے ، سامانِ آرام و آسائش ترتیب دیتا ہے - اور اور زمین کا سینہ چیر کر اس میں تخم ریزی کرتا باغات اور کھیتوں میں قدرت کی عطا کردہ نعمتوں کو استعمال میں لا کر پھلوں ، اجناس اور سبزیوں ، ترکاریوں کی مزید ان گنت نعمتیں حاصل کرتا ہے وہ موسم کے لحاظ سے فصلیں کاشت کرتا اور کاٹتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ موقعہ محل کے لحاظ سے انسانوں کی جماعتیں پیدا فرماتا ہے اور انہیں عمل و کردار اور تسخیرِ کائنات اور تعمیر کائنات کے لیے بھیجتے ہیں۔ انسان کا پیدائشی اور تخلیقی فریضہ ہے کہ وہ اپنے پروردگار اور خالق و مالک کی عبدیت و بندگی کے تمام تقاضے پورے کرے - اور بحیثیت خلیفۃ اللہ فی الارض اس کے ذمہ جو فرائض عاید ہوتے ہیں ان کو خدائی ضابطوں کے مطابق بجا لائے ، رب العلمین نے ساری کائنات انسان کی خدمت کے لیے مخصوص کر دی ہے ، دریا ، سمندر ، شمس و قمر ، ہوائیں ، نباتات ، جمادات حیوانات سب انسان کے خادم اور انسان مخدوم اور خدا کی طرف سے مقرر کردہ ان پر حاکم ہے - انسان کا تخلیقی اور منصبی فرض ہے کہ وہ کائنات میں خدا کے حکموں کو نافذ کرے اور خود بھی فرمانبردار بندہ بن کر رہے اگر اس نے فرمانبرداری سے منہ موڑا اور سرتابی کی تو در اصل وہ اپنی خلقت کے بنیادی مقصد کو فراموش کر کے غیر انسانی اور باغی گروہ میں شامل ہو گیا کیونکہ آدمیت کا خاصہ تو یہ ہے کہ اگر اس سے بھول چوک ہو بھی جائے تو وہ فوراً انابت و رجوع الی اللہ کے لیے ہاتھ اُٹھائے اپنے قصور اور گناہ کی معافی مانگے ، عاجزی اختیار کرے ، سرکشی تکبر ، رعونت اور نافرمانی پر ڈھٹائی اور اس کے لیے بہانہ تراشی کی کوشش کرنا اور غلطی پر معافی نہ مانگنا بلکہ اس کو غلطی ہی نہ سمجھنا یہ شیطنت ہے۔

اس دار فانی میں آج تک کتنی نسلیں پیدا ہو چکی ہیں کتنی قومیں اور ملتیں آئیں بڑے بڑے صاحب جاہ و حشمت اور صاحب قوت و جبروت لوگوں نے اس مسافر گاہ میں پڑاؤ ڈالا لیکن ان میں سے کوئی بھی نہ رہا۔

نہ رہے وہ دارا و جم | نہ رہا سکندر ذی حشم
جو بنا گیا تھا یہاں ارم | نہ خاک اس کا نشاں نہیں

لیکن ہر دور میں اللہ والوں نے ، نیک ، لوگوں نے ، اور اللہ کے رسولوں اور پیغمبروں نے دنیا کو نیکی ، بھلائی اور نجات کا راستہ دکھایا انہوں نے کہا اے لوگو ! اپنا رشتہ سب سے توڑو اور خدا سے جوڑو ۔ ہمارا کھانا پینا ، چلنا پھرنا ، سونا جاگنا ، محنت کرنا ، آرام کرنا ، یہ مقصد حیات نہیں ہے ان سب سے تخلیق انسانی کا جو مقصد دنیا کے سامنے پیش کیا ، پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قرآن کی زبان میں اس کا یوں اعلان فرمایا۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ

جنوں اور انسانوں کی تخلیق صرف بندگی کے لیے انجام پائی ہے۔

یعنی ان پر لازم ہے کہ وہ اپنے تمام معاملاتِ باہمی اور امور زندگی میں صرف خدائی احکامات مانیں انہی کے مطابق زندگی گزاریں ، انہی کو دنیا میں نافذ کریں اور انہی کے ماننے کی لوگوں کو دعوت دیں ان کی عبادت و اطاعت کا مرکز صرف ذاتِ الٰہی ہے اللہ کے سوا نہ وہ کسی سے ڈریں نہ کسی کے آگے جھکیں ان کی جبین نیاز صرف بارگاہ ایزدی کی چوکھٹ پر جھکنے کے لیے بنی ہے۔ پیغام خداوندی کی تبلیغ و اشاعت کے سلسلہ کو کاٹنے کے لیے کسی بڑی سے بڑی مصیبت اور نقصان کا اندیشہ ان کے دلوں کو خوفزدہ نہ کرے اور نہ ہی کسی طرح کا لالچ اور دنیا کا مفاد انہیں جادۂ حق سے ہٹا سکے ان کی عبادات ان کے صدقے اور خیرات ، ان کی قربانیاں ، ان کا جینا اور ان کا مرنا سب رب العلمین کے لیے ہو۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

صراط مستقیم یہ ہے کہ سب سے تعلق توڑنا اور ایک خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ سے رشتہ جوڑنا اپنی زندگی اور موت بلکہ ہر عمل حیات اسی کے لیے وقف کر دیا ، سب کچھ فقط اسے دے دیا اور اس کی فرمانبرداری کا حلقہ گلے میں ڈال لیا۔

اپنی زندگی اور پیدائش کے مقصد کو پہچاننا یہ ہے اور خدائے رب العلمین کی الوہیت و وحدانیت کا اعتراف بھی یہی ہے اس کے علاوہ جو کوئی صورت بھی ہے گمراہی ہے سرکشی ہے ، بغاوت ہے سب کچھ ہے لیکن وہ ایمان یا فرمانبرداری نہیں ہے

آج ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ عمل و کردار کی دنیا میں کیا ہماری زندگیوں کے شب و روز قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ، کے مطابق گزر رہے ہیں یا اس کے الٹ ؟

مگر یہ حقیقت کتنی ہی تلخ کیوں نہ ہو اس کا اعتراف کیے بغیر چارہ نہیں کہ آج مسلمان اپنی تخلیقی غایت کو فراموش کر چکے ہیں اور انہوں نے اپنے دینی اور ملی فرائض اور ذمہ داریوں کو جاننا اور پہچاننا ہی چھوڑ دیا ہے یہی وجہ ہے کہ عزت و وقار ترقی و خوشحالی اور فتح و کامرانی کی جگہ ذلت و رسوائی ، انحطاط و بدحالی اور شکست و ناکامی ہمارے حصہ میں آئی ہے ہماری لفاظی اور باتوں کا تو واقعی جواب نہیں لیکن عمل کی دنیا میں اب ہم تہی دامن ہیں۔ رب العالمین کے مالک رازق ہونے کا زبانی اعتراف تو موجود ہے مگر عمل کے تمام پہلو اس حقیقت پر ایمان نہ ہونے کا ثبوت فراہم کر رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا : وَمَا مِنْ دَآبَّۃٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزْقُھَا ، زمین پر چلنے والا کوئی بھی ایسا جاندار نہیں جس کی روزی اللہ کے ذمہ نہ ہو گویا کہ نہ صرف انسان بلکہ ہر جاندار مخلوق جو بھی اس دنیا میں رہتی ہے اس کو رزق مہیا کرنا یہ اللہ تعالیٰ کی صفت ربوبیت کا تقاضا ہے جب تک کوئی دنیا میں زندہ ہے اسے اس کے حصہ کی روزی ملتی رہے گی کسی شخص کو جو روزی ملتی

باقی صفحہ

تحریر: طارق دارثی

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت معلمِ اخلاق

اخلاق سے مقصود بندوں کے حقوق و فرائض کے وہ تعلقات ہیں جن کا ادا کرنا ہر انسان کے لیے ضروری ہے۔ انسان جب اس دنیا میں آتا ہے تو اس کا ہر شے سے تھوڑا بہت تعلق پیدا ہو جاتا ہے۔ اس تعلق کے فرض کو بحسن و خوبی انجام دینا اخلاق ہے۔ انسان کے اپنے ماں باپ، عزیز و اقارب رشتہ دار، اہل و عیال اور دوست احباب سب سے تعلقات ہوتے ہیں اور اس کا تعلق اخلاق ہی سے ہوتا ہے۔

اسلام نے اخلاق پر بہت زور دیا ہے اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ خود رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نماز میں یہ دعا فرمایا کرتے تھے کہ "اے میرے خدا! تو مجھ کو بہتر سے بہتر اخلاق کی طرف رہنمائی کر"۔ ایمان سے بڑھ کر اسلام میں کوئی چیز نہیں لیکن اس کی تکمیل صرف اخلاق سے ہو سکتی ہے۔ نفاذ اور روزہ کی اہمیت اسلام میں مسلم ہے لیکن اخلاق حسنہ بھی ان کے قائم مقام کا شرف رکھتے ہیں۔ اسلام میں اخلاق ہی وہ معیار ہے جس سے باہم انسانوں میں درجہ اور رتبہ کا فرق نمایاں ہے۔

دنیا میں سارے مذاہب کی بنیاد اخلاق پر ہے۔ جس قدر انبیاء اور مصلح آئے ان کی تعلیم سراسر اخلاق ہی تھی۔ یعنی سچ بولنا اچھا ہے اور جھوٹ بولنا برا ہے۔ انصاف بھلائی اور ظلم برائی ہے۔ انبیاء اور مصلحین کا کارنامہ بظاہر ایک ہی دکھائی دیتا ہے۔ یعنی اپنی قوموں کو ہدایت دینا اور راستی کا راستہ دکھانا۔ لیکن اس میں بہت نمایاں فرق بھی ہے۔ سب سے بڑا فرق ایک نبی اور مصلح میں یہ ہے کہ مصلح کی تعلیم اصلاحِ زندگی کے ہر فعل میں نہیں ہوتی وہ زندگی کے صرف چند شعبوں کی اصلاح کی طرف توجہ دیتا ہے۔ گوتم بدھ، کنفیوشس، زرتشت وغیرہ کی مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔ اس کے برعکس نبی کا کام ہمہ گیر ہوتا ہے۔ وہ اپنی قوم کو صحیح تعلیم دیتا ہے اور ساتھ ساتھ اخلاق حسنہ کی بھی تلقین کرتا ہے وہ جو کچھ کہتا ہے اس پر خود بھی عمل کرتا ہے۔ سقراط اور افلاطون کے مقالات اور ارسطو کی اخلاقیات پڑھ کر ایک شخص متاثر ضرور ہوتا ہے۔ لیکن صرف دماغی حد تک یہ ضروری نہیں کہ عملاً بھی اثر قبول کرے لیکن یہاں قوموں کی قومیں ہیں جو حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تعلیم و تلقین سے اخلاق کے بڑے بڑے مدارج پر پہنچیں۔

کسی پیغمبر کی تعلیمات کے کامل اور عملی حیثیت سے عام طور پر نافع ہونے کے لیے ضروری ہے کہ اس کی ایک ایک ادا عمل کی صورت میں نمایاں اور روایت کی صورت میں اوراق میں محفوظ ہو تاکہ اہل صحبت اس کی زندگی میں اس کی عملی مثالوں سے متاثر ہوں اور بعد کے آنے والے بھی اس کے نقش قدم پر چل کر منزلِ مقصود تک پہنچ سکیں بعد کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ اس کی زندگی کا کوئی پہلو پردہ میں نہ ہو۔ اس کی تعلیم کے مطابق عملی مثال بھی سامنے ہو اور اس کی اخلاقی زندگی اس قدر جامع ہو کہ وہ انسانوں کے ہر گروہ کے لیے اپنے اندر اتباع اور پیروی کا سامان رکھتی ہو۔ چونکہ یہ تمام صفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی اور میں نہیں۔ لہٰذا یہ فرق محض ان مجموعہ صفات اور اخلاقی تعلیم کے سبب سے ہے جو کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں بدرجہ اتم موجود تھیں۔

اگر بنظر غائر جائزہ لیا جائے تو رسول پاک (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تعلیمات اور ہدایات سراسر اخلاق حسنہ پر مبنی دکھائی دیتی ہیں۔ رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ارشاد ہے کہ "میں تو اسی لیے بھیجا گیا ہوں کہ اخلاق حسنہ اور اعمال صالحہ کی تکمیل کر دوں"۔ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی بعثت کا سب سے بڑا مقصد یہ فرمایا کہ میں تو صرف اسی لیے بھیجا گیا ہوں کہ نوع انسانی کو اخلاق حسنہ کی تعلیم دوں تاکہ بندے آپس کے تعلقات کو خوش اسلوبی کے ساتھ استوار کر سکیں۔ رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم ابھی مکہ ہی میں تھے کہ حضرت ابوذرؓ نے اپنے بھائی کو آپؐ کے حالات اور تعلیمات کی تحقیق کے لیے بھیجا۔ انہوں نے واپس آ کر اپنی تحقیق کا خلاصہ ان الفاظ میں بتایا کہ "میں نے دیکھا ہے کہ وہ اخلاق حسنہ کی تعلیم دیتے ہیں"۔

ایمان سے بڑھ کر اسلام میں کوئی چیز نہیں۔ لیکن اس کی تکمیل بھی اخلاق ہی سے ممکن ہے فرمایا۔ "مسلمانوں میں کامل ایمان اس کا ہے جس کا اخلاق سب سے اچھا ہے"۔ پھر فرمایا۔ "انسان حسنِ اخلاق سے وہ درجہ پا سکتا ہے جو دن بھر روزہ رکھنے اور رات بھر عبادت کرنے سے حاصل ہوتا ہے"۔

ایک اور حدیث ہے کہ "سب سے اچھا عطیہ جو بندے کو خدا کی طرف سے ملا ہے حسنِ خلق ہے"۔

قرآن کریم میں جا بجا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں فرمایا گیا کہ "یہ پیغمبر ان لوگوں کو (برے اخلاق سے) پاک کرتا ہے اور خدا کی کتاب اور حکمت کی باتیں سکھاتا ہے"۔

دنیا کی کسی مذہبی کتاب نے اپنے پیغمبر یا آبائی مذہب کی اخلاقیات کو اس کے ہمعصروں کے سامنے اس زور سے پیش نہیں کیا جتنا کہ قرآن نے اپنے داعی کی اخلاقیات کو اس کے ہمعصروں کے سامنے تقلید کے لیے پیش کیا۔ قرآن پاک میں خدا تعالےٰ نے فرمایا:

اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ (اے محمد! بے شک تو اخلاق کے بڑے درجہ پر ہے"۔

مندرجہ سطور سے یہ ثابت ہو گیا ہو گا کہ بانیٔ اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اخلاق حسنہ کی تکمیل پر کس قدر زور دیا ہے۔ انسانوں کے باہمی معاملات کو خوش اسلوبی سے سلجھانے کے لیے اخلاقی اقدار کو ملحوظ رکھنا انتہائی ضروری ہے۔ اس وقت ہم جس دور سے گزر رہے ہیں ان حالات کا تقاضا ہے کہ ہم اسلام کے پیش کردہ اخلاقی ضابطہ حیات پر سختی سے کاربند ہوں اور اسلامی تعلیمات کو زندگی کے ہر شعبہ میں عملی طور پر جاری و ساری کریں۔ لیکن ہمارا عمل اس کے برعکس ہے۔ معمولات میں آپس کی گفتگو اور بات چیت میں ہم کہاں تک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر عمل کر رہے ہیں؟ یہ بات اکثر مشاہدہ میں آئی ہے کہ ہم ہر قسم کی اخلاقی قیود سے آزاد ہو کر ایسی بے باکانہ گفتگو کرتے ہیں کہ اگر ٹھنڈے دل سے ان الفاظ پر غور کریں تو یقیناً ہمارے سر ندامت سے جھک جاتیں۔

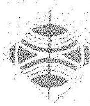
ضرورت اس امر کی ہے کہ معلمِ اخلاق کی حیثیت سے رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی تعلیمات کے ذریعہ ہمیں انسانی شرافت اور اخلاق کا جو درس دیا ہے ہم اس پر عملی طور پر کاربند ہوں تاکہ ہم دوسروں کے لیے نمونہ بن سکیں۔

آیتِ کریمہ

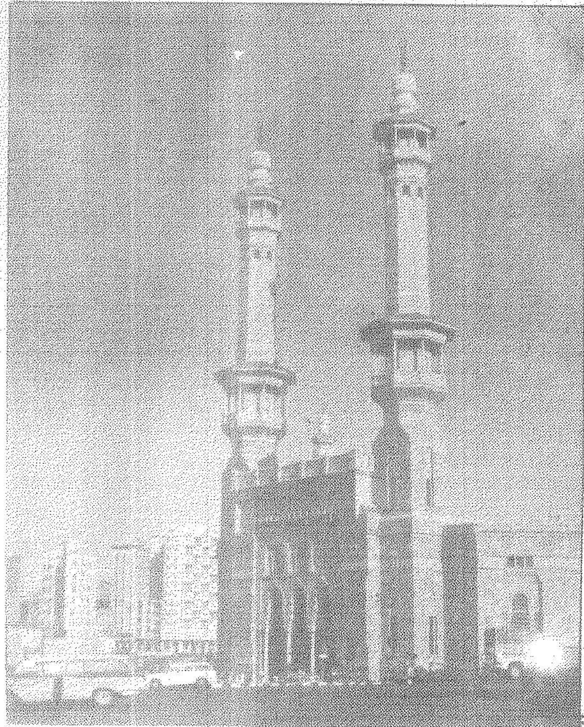
۵ جولائی بروز جمعرات حسب سابق جامع مسجد شیرانوالہ میں جانشین شیخ التفسیرؒ حضرت مولانا عبید اللہ انور نماز مغرب کے بعد مجلس ذکر میں آیت کریمہ کا وظیفہ کرائیں گے۔ شرکت کے لیے دعوت عام ہے

(ادارہ)

مشاہداتِ حجاز



مجاہد الحسینی



مسجد خیف کی تعمیرِ جدید، سعودی حکمرانوں کا اچھا کارنامہ

ترکی دورِ حکومت کی یادوں کو بھی قائم رکھنا چاہیئے؟

رمی جمار کی حکمتِ عملی کا فلسفہ کیا ہے۔ تاریخی پس منظر

شیطان کو کنکریاں مارنے کی رسم کے بارے میں دشمنانِ اسلام کے اعتراض کا مسکت جواب

دوسرے روز صبح کو سب سے پہلے مسجد خیف میں گئے۔ نوافل ادا کیے اور خداوند قدوس کے حضور دعا کی ـــــ یہ مسجد عظیم الشان صورت میں تعمیر ہوئی ہے۔ قدیم مسجد کا حصہ بھی بڑی مسجد کے درمیان میں موجود ہے۔ مسجد میں داخل ہوتے ہی ہر ایک کی نگاہ قدیم مسجد پر ہی مرکوز ہوتی ہے یہ وہ مسجد ہے جس میں حج کے دوران حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام فرمایا اور عبادت گزاری تھی۔ نیز یہ بھی روایت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے علاوہ دیگر بہت سے انبیاء کرام علیہ السلام نے درمیان والی مسجد قدیم میں ہی نمازیں ادا کی تھیں۔ بہرحال چھوٹی مسجد کا اندرونی حصہ ہمہ وقت عبادت گزاروں سے بھرا رہتا ہے۔ مسجد خیف میں وسعت اور تعمیر نو کا مرحلہ ہنوز طے ہونا باقی ہے۔ مسجد میں نوافل ادا کر کے باہر آئے تو دروازے پر دیوار کے ساتھ اس تحریر کا کتبہ نظر آیا۔

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم ؕ
اِنَّمَا یعمر مساجد اللہ من آمن باللہ ورسولہ ـ ؕ
امر بتجدید عمارۃ ھذا المسجد علیٰ نفقۃ الخاصۃ
حضرت صاحب جلالۃ الملک عبد العزیز بن عبد الرحمٰن
فیصل آل سعود ایدہ اللہ سنہ ۱۳۶۲ھ واعید تجدیدہٗ
فی عھد جلالۃ الملک فیصل بن عبد العزیز ایدہ اللہ
سنہ ۱۳۹۲ھ

یہ کتبہ دیکھ کر میں نے اپنے تینوں ساتھیوں ، مولانا محمد سعید ، ضیاء الاسلام انصاری اور شورش ملک سے استفسار کیا۔ اگر سعودی عرب کے موجودہ حکمران اپنے دور کی تعمیرات کے یادگار پتھر نصب کر کے آئندہ نسلوں کے لیے اپنی یادیں چھوڑ دینا چاہتے ہیں تو اس میں کونسی قباحت تھی کہ عہد عثمانیہ ترکیہ کے دورِ اقتدار اور ان کی تعمیرات کی یادوں کو بھی علیٰ حالہ قائم رکھا جاتا۔ تاکہ دنیائے اسلام کو اندازہ لگانے میں سہولت ہوتی کہ ترکی حکمرانوں کے بعد آل سعود نے برسرِ اقتدار آکر تعمیرات اور دیگر فلاحی امور میں کیا ترقی کی ہے اور کیا کیا نمایاں اقدامات کیے ہیں؟ بہرکیف ہم مسجد خیف کی جدید تعمیر کے علاوہ دیگر بہت سی عظیم الشان جدید عمارتوں کو دیکھتے اور حکومت سعودیہ خصوصًا شاہ فیصل کے وسیع تعمیراتی منصوبوں کا تذکرہ و تحسین کرتے ہوئے اپنی قیام گاہ دفتر وزارۃ الاعلام میں آ گئے۔

● رمی جمار کا طریقہ

ہماری قیام گاہ چونکہ منیٰ کی دیگر عمارتوں کی طرح بلند و بالا بلڈنگ کی چوتھی منزل میں واقع تھی۔ اس لیے وہاں سے حاجیوں کے عظیم الشان اجتماع اور مناسک حج ادا کرنے کے سلسلہ میں ان کی والہانہ سرگرمیوں کا اندازہ لینا آسان تھا۔

یہ بلڈنگ شارع ملک پر واقع ہے اور شارع جمرات اس کے عقب میں دوسری جانب واقع ہے۔ ہمیں جب کبھی ان سڑکوں پر چلتے پھرتے حجاج کرام کو دیکھنے کا موقع ملا ـــ تو کسی وقت بھی وہاں زمین نظر نہیں آتی بلکہ انسانوں کے بے پناہ ہجوم اور بے انداز جم غفیر پر ہی نگاہ جمتی تھی ـــ کچھ لوگ جمرات پر رمی کرنے یعنی شیطانوں کو کنکریاں مارنے کے لیے جا رہے ہیں اور کچھ آ رہے ہیں۔ اس مرتبہ بے پناہ ہجوم کے باعث بہت سے ضعیف العمر حاجی حضرات دم گھٹ کر اللہ کو پیارے ہو گئے تھے جمرات پر اتنا ہجوم شاید ہی کبھی ہوا ہو۔ رمی جمار کے بارے میں ساتھیوں نے دریافت کیا کہ اس کی حقیقت کیا ہے اور شیطانوں کو کنکریاں مارنے کے لیے اسلام نے جو احکام دیئے ہیں ان کی حکمت اور فلسفہ کیا ہے ـــ؟ اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس موضوع کی چند معلومات فراہم کر دی جائیں۔

منیٰ میں تین جمرے ہیں۔ جمرۂ اولیٰ ، جمرۂ وسطیٰ اور جمرۂ عقبیٰ۔ عربی میں جمرۃ العقبیٰ ، (بڑا شیطان) جمرۃ الوسطیٰ (درمیانہ شیطان) اور جمرۃ الصغریٰ (چھوٹا شیطان) کہتے ہیں۔ تینوں جمرات منیٰ کے بڑے بازار کے درمیان واقع ہیں۔ یہ جگہ پہلے بہت نشیب میں تھی۔ اب ان تینوں نشانوں کے گرد سڑکیں بن گئی ہیں اور بجلی سے روشنی کا انتظام بھی کیا گیا ہے۔ تاکہ اسلام کے احکام کی بجاآوری میں دن رات یکساں موقع مل سکے۔ شیطانوں کو کنکریاں مارنے کے تینوں نشانے (جمرات) ایک ایک دو دو فرلانگ کے فاصلے پر ہیں۔ ہر نشانے پر سات کنکریاں ماری جاتی ہیں۔ پہلے روز ۱۰ ذوالحجہ کو طلوع آفتاب سے زوال آفتاب تک صرف جمرہ عقبہ پر سات کنکریاں ماری جاتی ہیں۔ کنکریوں کے بارے میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ مشعر الحرام "مزدلفہ" سے چنے یا مکئی کے دانے کے برابر اٹھا کر لائی جاتی ہیں۔ اگر راستے سے بھی اٹھائی جائیں تو کوئی حرج نہیں لیکن متذکرہ مقام سے چن لینا ہی افضل اور مسنون ہے ـــ اسی طرح ۱۱، ۱۲ ذوالحجہ طلوع آفتاب سے زوال آفتاب تک دوسرے جمرات پر کنکریاں ماری جاتی ہیں۔ ۱۰ ذی الحجہ کو جمرہ عقبیٰ پر کنکریاں مارنا واجب ہے۔ اگر اسے دوسرے روز کے لیے ملتوی کیا تو قربانی لازم ہوگی ـــ پھر ۱۲ اور ۱۳ تاریخ کو دوسرے جمرات پر کنکریاں ماری جائیں۔

● رمی جمار کا تحقیقی جائزہ

بعض دشمنانِ اسلام کی جانب سے اس مفہوم کا اعتراض سننے میں آتا

ہے۔ کہ مسلمان کس قدر تخیل پرست اور توہم کا شکار ہیں کہ پتھر کی کنکریاں مار کر شیطان کا سر کچلتے ہیں۔ گویا شیطان ایک مرئی اور مجسم چیز ہوتی کہ چھوٹی چھوٹی چند کنکریوں کی زد میں آکر شیطان کا سر کچلا جاتا ہے۔

یہ اعتراض بھی پتھروں سے بنے ہوئے خدا کے گھر (بیت اللہ) کی طرف منہ کرکے نماز پڑھنے اور حجرِ اسود کو چومنے کے متعلق غیر مسلموں کی طرف سے اٹھائی گئی غلط فہمیوں کی مانند ہے۔ حالانکہ اسلامی تعلیمات کی رُو سے بیت اللہ مرکزِ عبادت ہے معبود نہیں۔ جہتِ سجدہ ہے مسجود نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سمندر دریا وغیرہ میں سفر کے دوران جہاز یا کشتی میں نماز ادا کرتے وقت اسلام کا حکم یہی ہے کہ پہلے قبلہ کا رخ متعین کرکے عبادت شروع کردی جائے اور بعد میں اگر جہاز کشتی یا ریل گاڑی کا رخ قبلہ سے ہٹ گیا تو جس طرف کو بھی منہ ہوگیا اس طرف کو منہ کرکے نماز ادا کرے۔ قرآن حکیم میں اسی کا حکم فرمایا گیا ہے

اَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ ۔

ایسے ہی حجرِ اسود کے استیلام کا مسئلہ ہے حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے مخاطب ہوکر فرمایا کہ اے حجرِ اسود تو صرف ایک پتھر ہے تجھے ہم اس لیے چومتے اور بوسہ دیتے ہیں کہ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھے بوسہ دیا تھا اور بس۔ بعینہٖ اسی طرح رمی جمار (شیطانوں کو کنکریاں مارنا) ایک واقعے کی یادگار اور خداوند قدوس کے احکام کی پیروی اور اطاعت کا ایک عملی مظاہرہ ہے۔

ذرا تصور فرمایئے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام اپنے لختِ جگر حضرت اسمٰعیل ذبیح اللہ علیہ السلام کو حکم خداوندی کے تحت قربان کرنے کے لیے لے جا رہے ہیں تو فطرتِ انسانی کے لیے یہ مراحل کچھ کم دشوار گذار نہ تھے۔

یہ سچ کہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام سرتاپا مجسم تسلیم و رضا تھے۔ یہ صحیح کہ وہ اتباعِ حق کو فرضِ عین سمجھتے تھے اور یہ بھی درست کہ خداوندِ قدوس کے حکم کے سامنے کسی سرتابی اور حکم عدولی کا ادنیٰ تصور بھی ان کے وہم و گمان میں نہ تھا۔ لیکن اس حکم کا پسِ منظر پیشِ نگاہ رکھئے اور سوچئے کہ اپنا لختِ جگر اور اپنی سب سے پیاری چیز قربان کر


میدانِ بدر کا ایک منظر

دینے کا حکم انہیں خواب میں ملتا ہے۔ جب کہ انبیاء کرام علیہم السلام کا نہیں بلکہ عام انسانوں کی عقل و دانش سو جاتی ہے اور انسان کی دماغی صلاحیتیں کام کرنا چھوڑ دیتی ہیں ایسے وقت میں جو احساس جو خیال اور جو جذبہ انسان کے دل میں اور دماغ میں پیدا ہو فطرتِ انسان کا تقاضا یہی ہے کہ اسے ایک خواب ہی سمجھ لیا جائے۔ مگر انبیاء کرام علیہم السلام کا معاملہ عام انسانوں سے بالکل مختلف ہوتا ہے۔ ان کے خواب بھی حقائق ہی کا مظہر ہوتے ہیں۔ اس لیے حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے اس خواب کے حکم کی تعمیل میں قطعاً پس و پیش سے کام نہیں لیا بلکہ اس حکم کی تعمیل میں فوراً کمربستہ ہوگئے۔

لیکن شیطان اپنی فطرت کے مطابق ہمہ وقت ضلالت اور گمراہی کے لیے کوشاں ہوتا ہے خواہ وہ کامیابیوں سے ہمکنار ہو یا نہ۔ شیطان نے اپنی خصلت کے مطابق حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کی راہ میں روڑا اٹکانے کی پوری کوشش کی اور حقیقت کے خلاف اپنا مدعا حاصل کرنے کے لیے اپنے ترکش کا ہر تیر استعمال کیا اور حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کو ہر ممکن طریق سے اپنا لختِ جگر قربان کرنے کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کیں۔

طنزیات

آغا صادق

کمالِ فن

کمالِ فن یہی ہوتا ہے اربابِ سیاست کا — کہ دل کچھ اور کہتا ہے زباں کچھ اور کہتی ہے
زباں طرار ہے لیکن تضاد اس کا معاذ اللہ — یہاں کچھ اور کہتی ہے وہاں کچھ اور کہتی ہے

سیاستِ جدید

گناہ کو ثواب کہہ ثواب کو گناہ کہہ — جو دشمن شریر ہو اسی کو خیر خواہ کہہ
یہی ہے درسِ اولیں سیاستِ جدید کا — سیاہ کو سفید کہہ، سفید کو سیاہ کہہ

سُود

سود کو جائز بنا لیتے ہیں اکثر یار لوگ — سود کھاتے ہیں سمجھ کر شیرِ مادر یار لوگ
سُود اور خنزیر میں کیا فرق ہے کچھ بھی نہیں — کاش دونوں کو سمجھ لیتے برابر یار لوگ

پردہ پوشی

نام بدلے گئے فواحش کے — جنسِ ناپاک پائی پائی ہے
سود تو چھپ گیا منافع میں — اور جوا قسمت آزمائی ہیں

بقیہ: عربی مبین کے مقابلہ میں اردوئے مبین

بے شک اپنی رائے سے اکابر کو مطلع فرمائیں مگر اخباری بیان پروپیگنڈہ کی حیثیت اختیار کرکے بڑوں کی پریشانی کا باعث کیوں بنتے ہیں۔ میں حضرت مولانا مجاہد الحسینی صاحب کی خدمت میں عرض کروں گا کہ آپ سے بہتر اور دین پسند باعمل عالم مدیر ہم کہاں سے لائیں آپ مہربانی فرما کر ہر برائی کی مخالفت کریں حکمت و موعظۂ حسنہ کو ضرور ملحوظ رکھیں۔ قوم آپ کے اس جہاد سے مطمئن ہے جو آپ سود و دولتانی اور مرزائیت کے خلاف کر رہے ہیں۔ آخر میں میں حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب کے لیے دعاء صحت کرنے کے بعد عرض کرتا ہوں کہ آپ خدام الدین کے لیے ذاتی دلچسپی کو ذرا اور زیادہ فرمائیں۔ تاکہ مدیر۔ کارکنوں اور ہم سب کی حوصلہ افزائی ہو۔ فقط

علم عمومی مدرسہ ادری العلم حصہ
۱۴ جون ۱۹۷۳ء

مجاہدینِ اسلام

ابو لبابہؓ بن عبدالمنذر ◎ حنظلہؓ بن ابی عامرؓ

مولانا محمد وارث کامل مرحوم

ابو لبابہؓ بن عبدالمنذر

نام و نسب آپ کے اسم شریف کے متعلق اختلاف ہے۔ موسیٰ بن عقبہؒ بشیر تحریر فرماتے ہیں۔ ابن اسحٰقؒ کے نزدیک رفاعہ صحیح نام ہے۔ علامہ جار اللہ زمخشریؒ صاحب کشاف سورہ انفال کی تفسیر میں مروان نام ظاہر کرتے ہیں (اصابہ جلد ۷ صفحہ ۱۶۷) ابن سعدؒ صاحب الطبقات نے بھی ان کا نام بشیر ہی سپرد قلم کیا ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ ان کے حال سے قبل بشیر بن عبدالمنذرؓ اور رفاعہ بن عبدالمنذرؓ کے حالات سے متعلق چند سطور تحریر کی ہیں جن کے مطالعے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عبدالمنذر کے تین بیٹے تھے۔ مبشرؓ، رفاعہ اور ابو لبابہؓ۔ ان میں سے مبشر بن عبدالمنذر تو غزوۂ بدر میں شہید ہوئے۔ رفاعہؓ بن عبدالمنذر نے احد میں جام شہادت نوش کیا اور ابو لبابہ بن عبدالمنذرؓ عہد مرتضوی تک بقید حیات رہے۔ (۲۔ ابن سعد ج ۳ صفحہ ۲۸-۲۹)

آپ کی والدہ کا نام نسیبہ بنت زید تھا۔ پورا نسب نامہ یہ ہے۔ ابو لبابہ (بشیر) بن عبدالمنذر بن رفاعہ بن زنبر بن امیہ بن زید بن مالک بن عوف بن عمرو بن عوف (۳) (۳۔ ایضاً)

قبول اسلام حضرت ابو لبابہؓ عقبہ ثانیہ میں مشرف با اسلام ہوئے اور اپنے قبیلہ کے نقیب قرار دیے گئے۔ (۴) (۴۔ اصابہ ج ۷ صفحہ ۱۶۵)

غزوات آپ کو غزوۂ بدر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی واحد سواری میں شرکت کا شرف حاصل تھا۔ اونٹوں کی کمی کی وجہ سے ایک ایک اونٹ تین تین صحابہ کی سواری کے لیے مقرر تھا۔ ابو لبابہؓ خوش قسمتی سے ان تین میں سے ایک تھے۔ جن میں ان کے سوائے مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور مرتضیٰ (رضہ) کی دو شخصیات تھیں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی باری پیدل چلنے کی ہوتی تو ابو لبابہؓ اور علی مرتضیٰ دونوں عرض پرداز ہوتے۔ حضورؐ! آپ سوار ہو جائیں ہم پیادہ پا چلیں گے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے۔ تم چلنے میں مجھ سے زیادہ قدرت نہیں رکھتے اور نہ میں تم سے زیادہ ثواب سے بے نیاز ہوں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بمقام روحا حضرت ابو لبابہؓ کو اپنا نائب مقرر کر کے مدینہ منورہ واپس فرمایا۔ غزوۂ بدر کے اموال غنیمت میں دیگر مجاہدین کے ساتھ ساتھ آپ کو بھی حصہ مرحمت کیا گیا غزوۂ قینقاع اور غزوۂ سویق میں بھی آپ نے مدینہ منورہ میں آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جانشینی کے فرائض سر انجام دیے۔

غزوۂ بنی قریظہ میں جب آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اہل قریظہ کی بستی کا محاصرہ کیا تو انہوں نے (اہل قریظہ) حضرت ابو لبابہؓ کو چونکہ یہ ان کے حلیف تھے مشورہ کے لیے بلا بھیجا جب یہ ان کے پاس پہنچے تو انہوں نے ان کی بڑی تعظیم و تکریم کی۔ اصل معاملہ میں گفتگو کے وقت یہودیوں کی عورتیں اور بچے ان کے سامنے روتے ہوئے آتے۔ حضرت ابو لبابہؓ کا دل کچھ نرم واقع ہوا تھا پسیج گئے۔ اور انہیں ازراہ ہمدردی یہ مشورہ دیا کہ تم آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کا حکم مان لو تو خیریت ہے ورنہ اگر ایسا نہ کیا تو تمہارے سر قلم کر دیے جائیں گے۔ یہ کہہ تو بیٹھے لیکن معاً بعد میں یہ خیال آیا کہ میں نے یہ کیا کیا۔ یہ تو خدا اور اس کے رسولؐ کے ساتھ خیانت کا ثبوت ہے۔ ہوش اڑ گئے۔ وہاں سے رخصت ہو کر مسجد نبوی میں آئے اور اپنے آپ کو مسجد کے ایک ستون سے رسوں اور زنجیروں کے ساتھ کس کر باندھ دیا۔ اور عہد کیا کہ جب تک خدا توبہ قبول نہ کرے گا۔ اسی طرح بندھا رہوں گا۔ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے لوگوں سے پوچھا یہ کیا ماجرا ہے؟ جب واقعہ حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے گوش گزار کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا خیر جو کچھ کیا۔ میرے پاس آ جاتے تو میں خود ان کے لیے استغفار کرتا۔ سات آٹھ دن اسی حالت میں گزرے۔ نماز اور دیگر ضروریات کے لیے جاتے تو زنجیر ان کی لڑکی کھول دیتی واپسی پر پھر لڑکی سے اپنے آپ کو بندھوا لیتے۔ کھانا پینا مطلق ترک کیا ہوا تھا۔ کانوں سے کم سنائی دینے لگا۔ آنکھیں بھی بھیں بھیں کرنے لگیں۔ ضعف سے کھڑا بھی نہیں ہوا جاتا تھا۔ بندھے بندھے گرے پڑتے تھے۔ رحمت الٰہی جوش میں آئی۔ طلوع فجر سے قبل جبکہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) ام سلمہؓ کے مکان میں رونق افروز تھے آیت توبہ کا نزول ہوا حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے چہرۂ انور پر بشاشت کے آثار نمایاں ہوئے اور تبسم فرمایا۔ ام سلمہؓ نے عرض کیا۔ حضورؐ! کیا بات ہے؟ آج آپ بہت خوش نظر آتے ہیں۔ خداوند تعالیٰ آپ کو ہمیشہ خوش و خرم رکھے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ آج ابو لبابہؓ کی توبہ قبول ہو گئی ہے۔ حضورؐ کی زبان فیض ترجمان سے ان الفاظ کا نکلنا تھا کہ تمام مدینہ میں شہرت ہو گئی۔ لوگ حضرت ابو لبابہؓ کو کھولنے کے لیے بڑھے لیکن آپؓ نے فرمایا جب آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) خود کھولیں گے تب یہاں سے ہٹوں گا۔ غرض جب نماز کے لیے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) خود مسجد نبوی میں تشریف لائے تو حضرت ابو لبابہؓ کے دست و پا خود اپنے دست اقدس سے کھولے۔ ابو لبابہؓ پر مسرت و فرحت کی وہ کیفیت طاری ہوئی کہ اپنے جامہ میں پھولے نہیں سماتے تھے۔ جذبہ شوق و محبت میں پکار اٹھے۔ حضورؐ! میں تو اپنا گھر بار چھوڑ چھاڑ کر آپؐ کی خدمت میں رہا کروں گا۔ میں اپنا تمام مال صدقہ کرتا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں صرف ایک ثلث صدقہ کرو۔ (مسند احمد ج ۳ صفحہ ۲۵۴)

۸ھ میں فتح مکہ کے موقع پر قبیلہ عمرو بن عوف کا علم انہیں کے ہاتھ میں تھا۔ غزوۂ تبوک میں بھی آپ نے شرکت فرمائی تھی۔ غرض تمام غزوات نبوی میں شامل ہوتے۔ (۲۔ ابن سعد ج ۳ صفحہ ۲۹)

انتقال پُرملال حضرت عثمان غنی ذی النورینؓ کے واقعہ شہادت کے بعد عہد مرتضوی میں مسافر عالم بقا ہوئے۔ (۳۔ ایضاً)

اہل و عیال آپ کی دو بیویاں تھیں۔ زینب بنت خدام اور نسیبہ بنت فضالہ۔ اول الذکر کے بطن سے سائبؓ اور ثانی الذکر کے بطن سے لبابہؓ متولد ہوئے۔ (۴۔ ایضاً)

فضائل حضرت ابو لبابہؓ جلیل القدر اور عظیم المرتبہ بزرگ تھے۔ آپ کے راویانِ حدیث اور تلامذہ میں اکثر صحابہ کبار اور تابعین داخل ہیں۔

حنظلہؓ بن ابی عامرؓ

نام و نسب آپ کا اسم شریف حنظلہ تھا۔ غسیل الملائکہ کے لقب سے مشہور ہیں۔ خاندان عمرو بن عوف سے آپ کا تعلق تھا۔ آپ کا نسب نامہ یہ ہے۔ حنظلہ بن ابی عامر عمرو بن صیفی بن مالک بن امیہ بن ضبیعہ بن زید بن عوف بن عمرو بن مالک بن اوس کہا جاتا ہے کہ آپ کی والدہ عبداللہ بن ابی بن سلول کی ہمشیرہ تھیں۔ (۱۔ اصابہ جلد ۲ صفحہ ۳۴)

خاندانی حالات ابو عامر قبیلہ اوس میں سیادت کے منصب پر تھا اور اوائل اول بعثت نبوی پر بھی اعتقاد رکھتا تھا جب مدینہ منورہ

میں آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آمد آمد کا غلغلہ ہوا تو عبداللہ بن ابی اور ابو عامر دونوں کی امیدوں پر پانی پھر گیا۔ کیونکہ ایک مدت سے ان کے دل میں سرداری کی امید تھی اور اب اس کی تکمیل کی کوئی امید نہ تھی۔ عبداللہ بن ابی تو منافقانہ حیثیت سے مدینہ ہی میں رہا۔ لیکن ابو عامر کا جذبہ انتقام زوروں پر تھا۔ اس لیے مکہ میں رہنے سہنے لگا۔ غزوۂ احد میں کفار مکہ کے ہمراہ لڑائی میں شریک ہوا۔ اور پھر مکہ ہی میں قیام اختیار کیا فتح مکہ کے موقع پر جب کفار کی باطل قوت کا طلسم ٹوٹ گیا تو ابو عامر نے روم جا کر قیصر کی پناہ میں باقی عمر گزاری اور سنہ ۹ھ یا سنہ ۱۰ھ میں دنیا سے سدھارا۔ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس کا لقب فاسق تجویز کیا تھا۔ حضرت حنظلہؓ کی قسمت میں کونین کی سعادت تھی۔ ابتداء ہی میں حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ ایک روز آپ نے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) سے اپنے باپ کے قتل کی اجازت طلب کی تھی عبداللہ بن ابی کے بیٹے عبداللہؓ نے بھی درخواست کی تھی لیکن آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے انہیں اس تکلیف مالایطاق کی اجازت مرحمت نہیں فرمائی۔ (۲۔ ایضاً ص۲۵)

غزوات آپ صرف غزوۂ احد میں شریک ہوئے۔ نہایت شجاعت کے ساتھ لڑے۔ ابوسفیان بن حرب کو میدان جنگ میں پچھاڑنا چاہتے تھے کہ پیچھے سے شداد بن اسود لیثی نے تلوار کا ایسا سخت وار کیا کہ آپ کا سرتن سے جدا ہو گیا۔ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کی لاش پر نظر ڈالی تو فرمایا:

ترجمہ: تمہارے رفیق (حنظلہؓ) کو فرشتے غسل دے رہے ہیں۔ ان کی بیوی سے (اس کا بھید) پوچھو۔

ان کی بیوی نے جواب دیا۔

ترجمہ: جب انہوں نے طبل جنگ سنا تو یہ جنابت میں تھے۔

اس واقعہ کی بناء پر حضرت حنظلہؓ غسیل ملائکہ کہلاتے ہیں۔ (۲۔ ایضاً)

اولاد حضرت حنظلہؓ کے صرف ایک فرزند تھے جن کا نام عبداللہ تھا بیان کیا جاتا ہے کہ موصوف نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے ہمراہ واقعہ حرّہ میں داد شجاعت دی تھی اور مع اپنے آٹھ بیٹوں کے بہادری کے جوہر دکھاتے ہوئے جام شہادت نوش کیا تھا سنہ ۶۳ھ میں یہ واقعہ رونما ہوا تھا۔

فضائل قبیلۂ اوس ہمیشہ حضرت حنظلہؓ بن ابی عامر کے بابرکت وجود پر ناز کیا کرتا تھا۔ محافل و مجالس میں انصار ان کا تذکرہ بڑے ذوق شوق سے کیا کرتے تھے۔

قصۂ عشق بہ شیرازہ نہ گنجد زنہار
بگزارید کہ ایں نسخہ مجزا ماند

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا نصیحت آمیز آخری خطبہ

حاجی
محمد شفیع عمر الدین
میرپورخاص سندھ

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا وہ نصیحت آمیز آخری خطبہ درج کیا جاتا ہے۔ جسے دینے کے بعد آپ بھی پھوٹ پھوٹ کر رو رہے تھے اور حضرات سامعین کے بھی آنسو نہ تھمتے تھے آپ نے حمد و ثناء کے بعد فرمایا:

"اے لوگو! یقیناً تم نکمے پیدا نہیں کیے گئے اور تم مہمل نہیں چھوڑ دیے گئے۔ تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ کر جانا مقرر ہے۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان حکم صادر فرمائے گا اور تمہارے درمیان فیصلے کریگا اس دن وہ بندہ زیاں کار، بدبخت اور نامراد ہو گا جو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور رہا۔ اور اللہ تعالیٰ نے جنت اس پر حرام کر دی جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین جتنی ہے۔ کیا تم نہیں جانتے کہ کل قیامت کے دن عذاب الٰہی سے وہی امن میں رہے گا جو زندگی میں اس دن سے ڈرتا رہا۔ جو فانی دنیا کو آخرت کی بقا والی زندگی کے لیے قربان کرتا رہا۔ اس قلیل دنیا کو کثیر آخرت حاصل کرنے کے لیے خرچ کرتا رہا۔ اور آخرت کے خوف سے امان کے لیے جدوجہد کرتا رہا۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ تم سے پہلے لوگ ہلاک ہو گئے اور تم ان کے جانشین ہو۔ اسی طرح جلدی وہ وقت آنے والا ہے کہ تم مر جاؤ گے اور دوسرے لوگ تمہارے جانشین ہونگے۔ حتیٰ کہ تم سب کو ایک دن خیر الوارثین اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہونا ہے۔

تم رات دن اپنی موت کے قریب ہو رہے ہو۔ اور اپنے قدموں کو قبر کی طرف اٹھا رہے ہو، تمہارے پھل پک رہے ہیں، تمہاری امیدیں ختم ہو رہی ہیں، تمہاری عمریں پوری ہو رہی ہیں، تمہاری اجل قریب آ رہی ہے، تم زمین کے گڑھوں میں دفن کیے جاؤ گے وہاں نہ کوئی بستر ہو گا نہ تکیہ۔ دوست احباب سب چھوٹ جائیں گے پھر ایک دن حساب و کتاب شروع ہو گا اعمال سامنے آ جائیں گے۔ جو کچھ دنیا میں چھوڑو گے وہ دوسروں کے لیے ہو گا۔ جو آگے بھیجو گے اسے دیکھ لو گے۔ تم نیکیوں کے محتاج ہو گے اور بدیوں کی سزا بھگتنی ہو گی۔

اللہ کے بندو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور تقویٰ اور پرہیزگاری اختیار کرو۔ موت کی مقررہ گھڑی آنے سے پہلے تیاری کر لو۔" (تفسیر ابن کثیرؒ)

آخری نصیحت:

بہشت ار طلبی از گنہ بپرہیزی
بہشت منزل پرہیزگار خواہد بود
گذر ز باطل و مردانہ حق پرستی کن
ز حق پرستی بہتر چہ کار خواہد بود (سعدیؒ)

یعنی تو بہشت کا تو طالب ہے مگر گناہ جو بہشت سے دور رکھنے والی چیز ہے اس سے پرہیز نہیں کرتا۔ پھر تو بہشت میں کیسے جا سکتا ہے۔ کیونکہ بہشت میں تو ایمان والے مومن جائیں گے جو متقی و پرہیزگار ہیں جو شرعی حدود کی حفاظت کرتے ہیں اوامر پر عمل کرتے ہیں اور نواہی سے بچتے ہیں۔

لہٰذا سب باطل راہیں چھوڑ دو، کفر و شرک اور بدعت کے قریب نہ جاؤ۔ ہمت کے ساتھ سچے دین کے پیرو بن جاؤ۔ فاعبد اللہ مخلصا لہ الدین (زمر آیت ۲) پس تو خالص اللہ ہی کی فرمانبرداری مدنظر رکھ کر اس کی عبادت کر۔

کیونکہ حق پرستی سے بہتر اور کوئی کام نہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنا بندہ بنائے اور اعمال صالحہ کی توفیق دے۔ آمین

★

صدیقؓ عکس حسن جمال محمد است!
فاروقؓ ظل جاہ و جلال محمد است!
عثمانؓ ضیائے شمع جمال محمد است!
حیدرؓ بہار باغ خصال محمد است!

بحث ومذاکرہ

تحریر: منظور حسین عباسی

اسلام میں سزائے ارتداد کا مسئلہ

اسلام کا ارتداد کی سزا کے موضوع پر گذشتہ شمارہ میں ایک مضمون شائع ہوا ہے اس کے بعد روزنامہ نوائے وقت میں اس موضوع پر ایک سلسلہ بحث شروع ہو گیا۔ خدام الدین میں پہلے ہم وہ تمام مضامین شریک اشاعت کر رہے ہیں تاکہ بعد میں قرآن سنت کی روشنی میں صحیح نظریات پیش کے جائیں اور قارئین فیصلہ کر سکیں کہ حق و صداقت کیا ہے (ادارہ)

جسٹس رحمان کی کتاب کے تمام دلائل دیانت، منطق اور فراست عامہ کے خلاف ہیں

نوائے وقت کی اشاعت ۲۳ مئی ۱۹۷۳ء میں جناب وقار انبالوی کا مضمون "اسلام میں سزائے ارتداد" کا مسئلہ کتاب PUNISHMENT OF APOSTASY ISLAM پر ایک حقیقت پسندانہ تبصرہ ہے۔ یقیناً یہ کتاب اس کے مؤلف، سابق چیف جسٹس جناب ایس اے رحمان کی طرف منسوب ہونے کے باعث ملت اسلامیہ پاکستان کے لیے بیحد نقصان دہ ہے جسٹس موصوف نے بیدردی کے ساتھ حضور کے اس ارشاد کو کہ "جو مسلمان دین سے پھر جائے اسے قتل کر دو" ملّا کا قول یا فرعون کا حکم قرار دینے کی جرأت نہیں فرمائی بلکہ ارشادات نبوی کو تسلیم کرتے ہوئے ان کی اور دوسری قرآنی آیات واحادیث کی تاویل وتعبیر کا راستہ اختیار فرمایا ہے چونکہ اس باب میں جو احکامات قرآن وحدیث، تعامل صحابہ و اجماع امت سے ثابت ہیں وہ اس درجہ واضح ہیں کہ ان میں تاویل کی گنجائش نہیں اس لیے ان کی تاویل میں جسٹس ممدوح کا نہایت کوشش فرمانے کے باوجود کامیاب ہونا مشکل تھا لہٰذا ان کی اس کتاب کی تنقید وتنقیص بہت آسان ہے تاہم انہوں نے اپنے خیالات وعقائد کی تائید میں جو نہج اختیار فرمائی ہے وہ ابواب کتاب کی خوبیٔ ترتیب اور خود ان کی مقتدر حیثیت کے پیش نظر عوام کو سخت آزمائش میں ڈال سکتی ہے۔

میں نے اس کتاب کا نہایت احتیاط سے مطالعہ کرنے کے بعد ضروری سمجھا ہے کہ کتاب کے ہر حصہ اور ان کے کلام کے ہر پہلو پر نظر ڈالی جائے۔ تاویل کلام میں خواہ اصول کا کتنا ہی خون کیا جائے اور قرآن وحدیث کے معانی متعین کرنے میں کتنی ہی خود رائی اختیار کی جائے۔ پھر بھی حسن ظن کی بنا پر نیک نیتی کا پہلو تلاش کیا جا سکتا ہے اور کم سے کم یہ کہ بہت ممکن ہے کہ عام ناواقفیت دین یا زبان عربی سے بے خبری کی بنا پر ایسا ہوا ہو لیکن استدلال اور اخذ نتائج کے وقت صریحاً دروغ بافی یا دیدہ ودانستہ غلط ترجمانی اہل تحقیق کے نزدیک ناقابل معافی ہے جناب مؤلف کی بابت یہ تو کہا جا سکتا ہے کہ عدم واقفیت کی بنا پر یا باوجود واقفیت کے ایک انسان ہونے کی حیثیت سے فہم و معانی و مقصد میں غلطی ہوئی ہو اور اس سے کوئی شخص خالی نہیں ہے لیکن یہ ہرگز توقع نہیں کی جا سکتی۔ کہ انہوں نے اپنی کتاب میں الزام تراشی یا دروغ بیانی سے کام لیا ہو۔ قرآن وحدیث کی جن آیات سے انہوں نے اپنی کتاب میں قتل مرتد کی سزا کو خلاف اسلام قرار دیا ہے ممکن ہے کہ انہوں نے غلط سمجھا ہو۔ لیکن اگر کہیں صریحاً جھوٹی بات ان کے قلم سے نکل گئی ہے تو ہم سوا اس کے اور کچھ نہیں کر سکتے کہ ان سے درخواست کریں کہ وہ اپنے بیان سے رجوع فرمائیں۔

مؤلف ممدوح نے زیر نظر کتاب کی تدوین میں پچھتر کتابوں سے استفادہ فرمایا ہے جن میں تفسیر، حدیث، فقہ، تاریخ اور دوسرے موضوعات کی کتابیں شامل ہیں۔ صرف تفاسیر کی بیس احادیث کی سترہ اور فقہ کی چودہ مستند کتابوں کے حوالے درج ہیں۔ لیکن تعجب کی بات یہ ہے کہ ان تمام مفسرین، محدثین، فقہاء وعلماء میں سے کوئی ایک فرد متنفس ایسا نہیں ہے جو اس باب میں مؤلف کا ہم آہنگ ہو ان سب کی تحقیق یہی ہے کہ اسلامی مملکت میں کسی مسلمان کا دین اسلام سے پھر جانا جرم مستوجب سزائے موت ہے تاہم مؤلف ممدوح نے یہ انکشاف فرمایا ہے کہ مفسرین متقدمین میں سے ابن حیان اندلسی اور فقہائے عہد حاضر میں سے شیخ محمد شلتوت نے واضح طور پر یہ بتایا ہے کہ محض ارتداد کی بنا پر کسی کو قتل کرنا انصاف کے خلاف ہے (ص ۱۳۲) حسن اتفاق سے ان دونوں اصحاب کی تالیفات میرے سامنے ہیں ابن حیان اندلسی کی مبسوط تفسیر موسومہ بحر المحیط میں آیات قرآن حکیم "من یرتدد منکم عن دینہ الایہ" کے تحت یہ درج ہے کہ اس آیت میں دین سے مراد اسلام ہے اور اس آیت میں حبوط الدنیا کا مطلب ہے حبوط باستحقاق قتلہ (جلد دوم تحت آیت مذکور) یعنی جو مسلمان مرتد ہو جائے اس کی دنیا بھی گئی اور آخرت بھی اور حاشیہ میں یہ وضاحت فرما دی ہے کہ حبوط العمل فی الدنیا ہو۔ "بطلانہ فی الدنیا باستحقاق قتلہ" یعنی اس آیت میں حبوط العمل فی الدنیا کا مطلب یہ ہے کہ وہ واجب القتل ہے۔ غرض ابن حیان نے نہایت واضح الفاظ میں فرمایا ہے کہ قرآن حکیم سے یہ ثابت ہے کہ مرتد واجب القتل ہے ظاہر ہے ابن حیان کا فتویٰ قتل مرتد اس سے زیادہ واضح الفاظ میں ممکن نہیں۔

اب امام اکبر محمود شلتوت کو بھی لیجیے۔ ملت اسلامیہ کے مستند علماء کو علامہ شلتوت کے بعض خیالات سے اتفاق نہیں ہے اور دینی امور میں ان کی رائے وقیع تصور نہیں کی جاتی اور نہ ان کو فقہا میں شمار کیا گیا ہے تاہم مرتد کو سزائے قتل کا مستوجب قرار دینے میں وہ بھی تمام علماء سے متفق ہیں چنانچہ ان کی کتاب الفتاویٰ کے صفحہ ۱۶۱، ۱۶۲ پر یہ مرقوم ہے کہ تارک صلوٰۃ کو مرتد قرار دے کر اسے قتل کیا جائے گا۔ اور اس کا قتل، قتل ناحق کے مرتکب کی طرح حد کے طور پر ہوگا۔ گو ان کے خیال میں تارک صلوٰۃ کو مرتکب ارتداد تصور کیا جانا چاہیے لیکن اگر تارک صلوٰۃ کو مرتد مانا جائے تو واجب قتل بھی ہوگا ہمارے حاشیہ خیال میں بھی یہ بات نہیں آ سکتی تھی کہ مؤلف کتاب جیسی ذمہ دار اور فاضل شخصیت کذب بیانی سے کام لے گی۔ اس طرح ان کا یہ ارشاد بھی خلاف واقعہ ہے کہ "بظاہر چلپی اور ابن الھمام بھی اس خیال سے متفق ہیں کیونکہ ان اصحاب کے خیال میں ارتداد کی کوئی سزا اس دنیا میں نہیں ہے" (صفحہ ۱۳۲) اس کے برعکس ہر دو اصحاب نے نہایت وضاحت کے ساتھ بتایا ہے کہ مرتد کی سزا قتل ہے ہاں توبہ کے لیے کچھ مہلت کی اجازت دی ہے۔ اور لکھا ہے کہ "ان قتلہ قاتل قبل عرض الاسلام کرہ ولاشیٔ علیہ" یعنی اگر مرتد کو اسلام پیش کرنے سے پہلے کوئی قتل کر دے تو یہ فعل مکروہ ہے لیکن قاتل سے بازپرس نہ ہوگی۔ (شرح فتح القدیر ابن الھمام مع شرح چلپی ۲۸۶—۲۸۷) علامہ چلپی اس باب میں اس سے بھی زیادہ متشدد معلوم ہوتے ہیں ان کا ارشاد ہے کہ مرتد کو اسلام لانے کے لیے کہا جائے اگر انکار کرے تو وہیں قتل کر دیا جائے تین دن کی مہلت نہ ہو تو واجب ہے ورنہ مستحب ہے ظاہر ہے جو اصحاب اس شدومد سے قتل مرتد کے حامی ہیں وہ اس سزا کو غیر منصفانہ کیسے کہہ سکتے ہیں۔ اب اس صریح کذب بیانی کا کوئی سبب سوا اس کے سمجھ میں نہیں آتا کہ مؤلف ممدوح کو ان کے معاونین نے اس باب میں دھوکہ دیا جو ان سے عقیدت رکھنے والوں کے لیے حیران کن اور خود ان کے لیے باعث ہتک ہے۔

اب ہم بتانا چاہتے ہیں کہ جناب جسٹس ممدوح سے مرتد کی سزائے قتل کے باب میں کہاں کہاں اور کیوں کتاب وسنت سے استدلال میں غلطی سرزد ہوئی ہے۔ قارئین کو اس باب میں یہ تصور کرنا کہ جسٹس ممدوح کی فراست کے مقابلے میں ہیچ میدان کی بات قابل تسلیم نہیں ہے خود مؤلف کتاب کے نظریہ کے خلاف ہوگا۔ اس کتاب میں انہوں نے ایک جگہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فیصلہ کے خلاف رائے دی ہے اور لبصد ادب بتایا ہے کہ وہ اس طرح حضرت عمرؓ کے فیصلے نادرست قرار دے سکتے ہیں جس طرح ایک عورت نے عہد خلافت راشدہ میں جہیز کے بارے میں حضرت عمرؓ کے فیصلہ کی مخالفت کی تھی (اس کا حوالہ درج نہیں ہے) اسی طرح

مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اختر

کی وفات پر

تعزیتی اجلاس ○ قراردادیں ○ پیغامات

مولانا لال حسین صاحب اختر کی وفات حسرت آیات کا سن کر اس وقت اس پُر فتن دور میں مسلمانوں کے لیے بہت ہی صدمہ ہوا ہے۔ انہوں نے جس حد تک اسلام کی خدمت کی ہے وہ پاکستانی مسلمانوں بلکہ عالم اسلام کے مسلمانوں کے سامنے ہے کہ انہوں نے افریقہ جیسے دور دراز علاقوں تک مرزائیت کے فتنہ کو دبانے کے لیے دورے کیے۔ انہوں نے مرزائیوں کی سازشوں کو عوام کے سامنے لا کر ان کے ان منصوبوں کو خاک میں ملایا ہے۔ مولانا کی ذات گرامی اسلام کی تبلیغ کے لیے اس دور میں قابل صد افتخار تھی۔ اس دور میں سب سے بڑا اسلام اور ملک کے لیے خطرناک مسئلہ مرزائیت کا کفر ہے۔ مرزائیوں نے اسلام کے خلاف اور پاکستان کی سلامتی کے خلاف جن منصوبوں کا پروگرام بنایا تھا وہ تادم آخر حضرت مولانا مرحوم نے ناکام کرنے کے لیے ہر ممکن کوشش کی۔

مولانا کے لیے آخر میں دعائے مغفرت مانگی اور علماء کرام سے مولانا کے نقش قدم پر چلنے کی اپیل کی۔

ولی الرحمٰن
جمعیۃ علماء اسلام، محلہ قاسم آباد راولپنڈی

مدرسہ رحیمیہ تعلیم القرآن شکر گڑھ کے اراکین نے اظہار تعزیت کرتے ہوئے حضرت مولانا لال حسین اختر صاحب امیر مرکزیہ مجلس تحفظ ختم نبوت کی وفات کو ملت اسلامیہ کے لیے ایک ناقابل فراموش سانحہ قرار دیا۔ آپ کی مذہبی، ملی اور تبلیغی جدوجہد تاریخ میں ایک زریں باب کی حیثیت سے قائم رہے گی۔

قادیانیت کے فتنہ سے ملّت کو آگاہ رکھنا اور ان کی سازشوں کو بے نقاب کرنا مرحوم کی زندگی کا مطمح نظر تھا۔ اللہ تعالےٰ مرحوم و مغفور کو جنت الفردوس میں مقام عطا فرمائے اور متوسلین کو صبر جمیل۔

عبدالرحیم، مدرسہ رحیمیہ تعلیم القرآن چوک بخاری شکر گڑھ

کالا گوجراں: جمعیۃ علماء اسلام کالا گوجراں کے امیر اور ضلع جہلم کے ناظم رشید احمد ارشد و اراکین جمعیۃ علماء اسلام کالا گوجراں نے مولانا لال حسین اختر امیر مرکزیہ تحفظ ختم نبوت کے انتقال پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا اور اسے ناقابل تلافی نقصان قرار دیا۔

مولانا کے لیے دعائے مغفرت کی گئی۔ مدرسہ فاروقیہ تعلیم الاسلام جامع مسجد مہاجرین مدنی اہل سنت والجماعت میں قرآن خوانی کر کے ایصال ثواب کیا گیا۔ جمعیۃ کی مجلس عاملہ نے ایک قرارداد کے ذریعہ مولانا لال حسین اختر کی شاندار اسلامی خدمات پر انہیں زبردست خراج تحسین پیش کرتے ہوئے مبلغین و اراکین تحفظ ختم نبوت سے پر زور اپیل کی کہ وہ مولانا کے جاری کردہ مشن کو عالم اسلام تک پھیلانے میں کوئی کسر باقی نہ رکھیں۔ ہماری ہمدردیاں آپ اور لواحقین کے ساتھ ہیں۔

جامع مسجد شیرانوالہ میں تعزیتی جلسہ

لاہور، ۱۵ رجون۔ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے صدر، جید عالم دین اور شہرۂ آفاق مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اختر رحمۃ اللہ علیہ کو خراج عقیدت پیش کرنے اور ان کی روح کو ایصال ثواب کے لیے جامع مسجد شیرانوالہ میں نماز جمعہ کے بعد ایک عظیم الشان تعزیتی جلسہ منعقد ہوا۔ جلسہ کی صدارت جمعیۃ علماء اسلام پنجاب کے امیر جانشین شیخ التفسیرؒ مولانا عبیداللہ انور نے فرمائی اور لاہور جمعیۃ کے ناظم اطلاعات جناب جانباز مرزا نے جلسہ سے خطاب کیا۔ جلسہ میں ایک قرارداد منظور کی گئی جس میں مولانا لال حسین اختر مرحوم کے عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ اور اسلام کی تبلیغ اشاعت کے سلسلہ میں مثالی خدمات کو زبردست خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے آپ کی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا گیا اور مولانا کی روح کو ایصال ثواب کے بعد جانشین شیخ التفسیرؒ نے مولانا کی مغفرت اور بلندی درجات کے لیے دعا فرمائی۔

---

۱۴ رجون بروز جمعرات بعد از نماز عشاء جمعیۃ طلبہ اسلام مدرسہ قاسم العلوم کا ایک ہنگامی اجلاس ہوا جس میں مولانا محمد آزاد صاحب، مولانا محمد اشرف صاحب، مولانا عبدالکریم صاحب، مولانا قاری عمر فاروق ضیاء نے خطاب کرتے ہوئے مولانا لال حسین اختر کی وفات کو ایک عظیم سانحہ قرار دیا۔ اور مولانا کے مشن کو جاری رکھنے کا عہد کیا۔

مولانا لال حسین اختر تحریک ختم نبوت کے صف اول کے مجاہد تھے۔ انہوں نے اپنی ساری زندگی اسلام کے راستے میں وقف کر دی۔

مولانا مرحوم کو ایصال ثواب کے لیے فاتحہ خوانی بھی کی گئی۔

محمد عمر فاروق ضیاء، سیکرٹری جمعیۃ طلباء اسلام

جہلم: مناظر اسلام مولانا لال حسین اختر کی وفات کی خبر جونہی قرطاس اخبار میں دی گئی ملک بھر میں صف ماتم بچھ گئی۔ جمعیۃ علماء اسلام ضلع جہلم کا اجلاس جامعہ حنفیہ میں منعقد ہوا جس میں جمعیۃ علماء اسلام ضلع جہلم کے ناظم اعلیٰ مولانا عبداللطیف ناظم ضلع رشید احمد ارشد، مولانا محمد اسلم، صابر شاہ صاحب اور ضلع گجرات کے امیر مولانا عبداللطیف بالاکوٹی نے بھی شرکت کی۔

اجلاس میں مولانا لال حسین اختر صدر مرکزیہ ختم نبوت کو ان کی بے بہا اور گرانقدر خدمات پر خراج تحسین پیش کیا گیا۔ اور ان کی وفات کو پورے عالم اسلام کے لیے ناقابل تلافی نقصان قرار دیتے ہوئے دعائے مغفرت کی گئی اور مرحوم و مغفور کے پسماندگان کے لیے صبر جمیل کی دعا کی گئی۔ تحفظ ختم نبوت کے مبلغین و اراکین سے گہری ہمدردیوں کا اظہار کرتے ہوئے اجلاس نے پر زور استدعا کی کہ وہ اگرچہ مولانا جالندھریؒ اور قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ کے غم کے صدمات ابھی نہ بھولے تھے کہ مناظر اسلام کا سایۂ عاطفت بھی جدا ہو گیا۔ ہم قوی امید رکھتے ہیں کہ آپ ناموس رسالت کے پاسبان بن کر میدان عمل میں سیسہ پلائی دیوار بن کر رہیں گے۔

پیر خورشید احمد کی اچانک وفات پر بھی گہرے رنج و غم کا اظہار کیا گیا۔

چنیوٹ: پاسبان ختم نبوت حضرت مولانا لال حسین اختر امیر مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کی طویل ترین علالت کے بعد موت کی خبر سن کر احیاء العلوم العربیہ چنیوٹ کا ایک ہنگامی اجلاس زیر صدارت مولانا حافظ محمد حسین صاحب ناظم مدرسہ ہذا ہوا جس میں حضرت موصوف کی موت کو ایک عظیم سانحہ قرار دیا گیا اور حضرت مولانا کی تحفظ ختم نبوت کے سلسلہ میں خدمات کو سراہتے ہوئے زبردست خراج تحسین پیش کیا گیا۔ اجلاس میں قرآن مجید پڑھ کر مولانا کی روح کو ایصال ثواب کیا گیا۔ اللہ تعالےٰ حضرت مولانا کو جنت الفردوس عطا فرمائے۔ اجلاس کے دوران پیر خورشید احمد صاحب خلیفہ مجاز حضرت مدنیؒ کی موت کی خبر ملی۔ پیر صاحب کی دینی خدمات کا اعتراف کیا گیا۔ اللہ تعالےٰ حضرتؒ کی قبر کو منور فرمائے۔

منظور احمد صدر مدرس مدرسہ عربی احیاء العلوم العربیہ چنیوٹ

عربی مبین کے مقابلہ میں اردوئے مبین

از حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی مدظلہ العالی

ہفت روزہ خدام الدین لاہور میں مندرجہ بالا بحث پر ایک مضمون نظر سے گزرا جس میں مودودیت کی حقیقت کھولی گئی تھی۔ دل سے دعا نکلی۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات پر ٹوکا تھا کہ ایک صحابیؓ نے وَمَنْ یَّعْصِھِمَا فَقَدْ ضَلَّ وَغَوٰی۔ کہہ دیا تھا جس کے معنی یہ ہے کہ جس نے ان دونوں کی نافرمانی کی وہ گمراہ ہوگیا۔ تعلیم یہ فرمائی گئی کہ اس طرح جوڑ کر نہ کہو بلکہ یوں کہنا چاہیئے وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ ضَلَّ وَغَوٰی۔ (اور جس نے نافرمانی کی خدا اور رسولؐ کی وہ گمراہ ہوا۔ جب روایات میں اتنی احتیاط آئی ہے تو قرآن پاک کی عربی مبین کے مقابلہ میں مودودی کی عبارت کو اُردوئے مبین لکھنا کہاں تک زیب دے سکتا ہے یہ مودودیوں کی وہی جسارت ہے جو وہ قرآن پاک، انبیاء علیہم السلام اور صحابہ کرامؓ کے بارے میں مختلف مواقع پر کرتے چلے آرہے ہیں۔

قرآن پاک کے بارہ میں سنیئے کہ قرآن پاک تو معانی اور کلمات طیبات کے مجموعے کا نام ہے۔ اور قرآن پاک کے معانی کے بارے میں اپنی عقل کو دخل دینا سخت منع آیا ہے۔ صاف و صریح حدیث موجود ہے

من قال فی القرآن برائہ فلیتبوأ مقعدہٗ من النار (اوکما قال)

مگر مودودی صاحب لکھتے ہیں کہ میں قرآن کے معانی متعین کرنے کے لیے پہلے خود سوچتا ہوں یعنی تفاسیر و اسلاف کے بیانات و تشریحات سے متاثر ہوئے بغیر غور کرتا ہوں۔ یہ بات اس کی تفسیر میں صاف صاف ہر جگہ جھلکتی ہے حضرت یونس علیہ السلام کے بارے میں اپنی تفسیر میں سخت توہین آمیز بات لکھی کہ ان سے فریضہ تبلیغ رسالت میں کوتاہیاں ہوئیں۔ بھلا پیغمبر اگر پیغمبرانہ فرائض میں کوتاہی کرتا ہے تو وہ پیغمبر کیسے ہوا۔ سالہا سال تک مودودی اس پر ڈٹا رہا اور اس کے حواری اس کی طرف سے لڑتے رہے اب چپکے سے نئے ایڈیشن میں یہ عبارت نکال دی لیکن توبہ کا اعلان نہیں کیا۔ اگرچہ عمل سے یہ ثابت کر دیا کہ تفہیم القرآن میں جو کچھ لکھا تھا وہ غلط تھا اور خدا کے برگزیدہ پیغمبر کی شان میں جو گستاخانہ کلمات لکھے تھے ان کے بارے میں علماء کرام کے اعتراضات صحیح تھے کوئی اس خود ساختہ مجتہد سے پوچھے کہ آپ نے اتنے سال اپنے قارئین کو گمراہ کر رکھا اور اپنی عبارت پر اصرار کیا۔ علماء کرام کا مقابلہ کیا۔ ہزاروں روپوں کی کتابیں بیچیں۔ اب جن کے پاس پرانی تفسیر ہے یا جو آپ کے اتباع میں پیغمبر کی شان میں وہ توہین آمیز عبارت صحیح تسلیم کر بیٹھے ہیں ان کا کیا بنے گا؟ کیا جس طرح سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ آخر زمانہ میں فریبی اور جھوٹے پیدا ہوں گے وہ وہ باتیں تم سے کہیں گے جو تم نے نہ سنی ہوں گی نہ تمہارے آباؤ اجداد نے سنی ہوں گی اُن سے بچے رہنا۔ کیا یہ اسی دجل و فریب کی ایک قسم نہیں ہے؟

اور تو اور خود حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارہ میں فلما جن علیہ الّیل (الآیۃ) کے تحت لکھا ہے کہ درمیانی عرصہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام رب کو پہچاننے کی تحقیق کر رہے تھے کہ میرا رب کون ہے آخر میں جا کر کامیاب ہوئے۔ یہ قرآن فہمی کتنی گمراہ کن ہے کہ پیغمبروں پر ایسا زمانہ گذرنا تسلیم کر لیا جائے جس میں وہ اپنے رب سے ناواقف ہوں اس خود ساختہ مجتہد نے توحید کو غور و خوض کے بعد حاصل کر لینے کی بات سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اور تمام انبیاء علیہم السلام کے بارے میں بھی تجویز کی ہے۔ حالانکہ اس بات پر امت کا اجماع ہے کہ انبیاء علیہم السلام پر کفر کا ایک منٹ زمانہ بھی نہیں گذرتا چاہیئے نبوت سے پہلے ہو یا نبوت کے بعد

اسی طرح مودودی صاحب نے اپنے رسالہ ترجمان القرآن دسمبر ۱۹۵۶ء میں صاف لکھا ہے کہ سرور عالمؐ نے مصلحت و حکمت کی خاطر الائمۃ من قریش فرما کر اسلام کے مسلمہ اور قرآن کے مصرحہ اصول مساوات کو ترک کیا ہے حالانکہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فرمان میں اہلیت کی نشاندہی کر کے انتخاب خلیفہ میں امت کا آدھا کام آسان فرمایا ہے اگر اہلیت کو نہ مانا جائے تو دنیا کا نظام ہی درہم برہم ہو جائے اس کی قرآن دانی یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو رسائل و مسائل میں ایک بڑے گناہ (گناہ کبیرہ) کا مرتکب ثابت کیا۔ حالانکہ دارالکفر میں جہاں لاکھوں مسلمان بچے فرعون نے قتل کرا دیئے ہوں اور اب اس کے خاندان کا ایک آدمی (بقول مودودی کے) ایک مسلمان سے لڑ رہا ہے۔ اور وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بلا رہے ہیں۔ حضرت فرعونی کو ایک مکّہ مارتے ہیں (گھونسہ) وہ کم بخت اسی سے مر جاتا ہے جب نیت بھی قتل کی نہ تھی یہ گناہ کبیرہ کیسے ہو گیا۔ قرآن کے معانی بغیر مستند استاد کے کرنے کا یہی نتیجہ ہو سکتا ہے۔

صحابہ کرامؓ کے بارے میں امام ابن تیمیہ، شاہ عبدالعزیز اور ابن حجر رحمۃ اللہ علیہم کی تحقیقات تشریحات اور جوابات کو صحابہؓ کی (اپنے جا) صفائی پر محمول کر کے صحابہ پر تاریخ کی غلط روایات کو جمع کر کے خوب برسا ہے اور دل کی بھڑاس نکال کر اسلاف سے جدید تعلیم یافتہ مسلمانوں کو خوب گمراہ کرنے کی ذلیل کوشش کی ہے اگر محترم مولانا مجاہد الحسینی نے خدام الدین میں مودودی کے خلاف مسلمانوں کو متنبہ کرنے والے بڑے بڑے تمام علماء کرام کی فہرست شائع فرمادی ہے تو یہ حضرت قطب زمان مولانا احمد علی صاحب لاہوریؒ کے طرز عمل اور خدام الدین کی دینی خدمات و روایات کے عین مطابق ہے اور میں اس سلسلہ میں حضرت مولانا عبیداللہ انور صاحب مدظلہٗ کو بھی مبارک باد دیتا ہوں۔

ہمارے ایک نوجوان عزیز نے ایک مضمون بھیج کر ترجمان اسلام میں شائع کرایا ہے۔ یہ نیک فطرت اور صحیح العقیدہ نوجوان عالم ہیں جن سے ہمیں توقع ہے کہ ہم بوڑھوں اور بیماروں کے بعد یہ اور ان کے اقران ہی دین مبین کی صحیح خدمت کریں گے ان کی خدمت میں صرف عرض ہے کہ جو تلخ مضمون آپ نے حوالہ قلم فرمایا ہے اس کی زد سے حضرت جانشین مفسر قرآن مولانا عبید اللہ انور صاحب بھی پوری طرح نہیں بچ سکتے۔

مگر میں آپ کی نیت کو پوری طرح صحیح سمجھ کر عرض کرتا ہوں کہ اپنے اسپ قلم کا رخ کسی اور طرف موڑ کر اپنے شایان شان خدمت دین کریں۔ خدام الدین کے انتظامات کو انہی کے ذمہ رہنے دیں۔ میرے محترم بھائی کو معلوم ہونا چاہیئے کہ آج کل قحط الرجال ہے۔ کام کے لوگ نہیں ملتے۔ کوئی اچھا ایڈیٹر تلاش کر دیجئے تو وہ بے نماز و بے باک ہوگا۔ ورنہ عالم نہ ہوگا۔ کوئی کمیونسٹ ذہن کا ہوگا۔ کوئی مرزائی نواز یا در پردہ مودودیہ ہوگا کوئی خدام الدین کی ذمہ داریوں کو نہیں نبھا سکے گا حضرت لاہوری نے اسی وقت کے پیش نظر ایک سال تک خدام الدین کا اداریہ مجھ سے لکھوایا۔ حالانکہ سب جانتے ہیں۔ کہ موجودہ علماء کرام کے مقابلہ میں میری کوئی حیثیت نہیں ہے نہ میں ادیب ہوں نہ زبان دان۔ وہ خود ہی تصحیح فرما کر اداریے شائع فرماتے رہے۔ میں آج کل کے کسی بزرگ کو صحابیؓ تو کیا تابعی کے پاؤں کی خاک کے برابر بھی نہیں سمجھتا جب اس وقت کے پاک نفوس کے بارے میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کلکم خطاؤن فرماتے ہیں تو میری اور مولانا مجاہد الحسینی کی کیا حیثیت ہے۔ مگر آپ نیک حضرات کو ہم گنہ گاروں کے ساتھ گذارہ کرنا پڑے گا۔ ورنہ ہم سے بھی گھٹیا لوگوں سے کہیں پالا نہ پڑ جائے اخباروں میں اچھالنے اور کسی مسلمان کی عزت پر حملہ کرنے سے یہ بہتر ہے کہ آپ قریب کے زبانی مشورہ دیں آپ کی نیک نیتی اور صلاحیت کی قدر کریں گے۔ مگر آپ کی قابلیت اور بہترین جوانی کا مصرف یہ نہ ہونا چاہیئے

مراسلات

ایڈیٹر کا مراسلہ نگار حضرات کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

بخدمت علماء و زعماء اہل سنت والجماعت

مکرمی! آپ پر یہ حقیقت مخفی نہیں ہے کہ باوجود عظیم اکثریت کے سنی مسلمانوں کا ملک میں کوئی وقار نہیں ہے اور اقلیتی فرقوں نے اپنی مسلسل جدوجہد سے اپنی مذہبی اور ملکی عظیم طاقت حاصل کر لی ہے اور یہ ہماری غفلت اور کم ہمتی کا نتیجہ ہے آج اس امر کی اشد ضرورت ہے کہ اہل سنت کے نام و عنوان سے خالص مذہبی بنیاد پر محنت کی جائے اور اہل سنت کا ہر طبقہ اپنے مذہب کی خدمت میں لگ جائے آج صرف تدریس و خطابت سے مذہب اہل سنت محفوظ نہیں رہ سکتا جب تک ملک میں سنی مذہب کی بنیاد پر کوئی منظم قوت پیدا نہ ہو تب تک مخالفین کے مضبوط اور گہرے اثرات کو ہم زائل نہیں کر سکتے، اسلام کی بقا اور تحفظ بھی بغیر سنت رسولؐ اور جماعت رسولؐ (صحابہ کرام) کی بنیاد کے تحفظ کے ممکن نہیں ہے۔ آج اہل سنت مسلمان عموماً اس بات سے غافل ہیں کہ وہ ایک عظیم اسلامی تاریخ کے وارث ہیں۔ ان کے اکابر اہل سنت نے ہی دنیا میں اسلام پھیلایا اہل سنت نے ہی کفر کی عظیم طاقت کو زیر کیا ہے اہل سنت ہی پرچم اسلام بلند کرنے والے ہیں اور اہل سنت ہی کے ذریعے قرآن حکیم کی عظیم پیش گوئی غلبۂ اسلام کی پوری ہوئی ہے نبی کریم خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم بالخصوص خلفائے راشدین حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان ذوالنورین اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین امت محمدیہ کی ہدایت کا واسطہ بنائے گئے ہیں یہ سب ہدایت کے روشن ستارے ہیں اور یہ سب جنتی حضرات اہل سنت ہی ہیں، حضرت امام حسنؓ ہوں یا حضرت امام حسینؓ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہوں یا سیف اللہ حضرت خالد بن ولیدؓ، فاتح مصر حضرت عمرو بن العاصؓ یا فاتح ایران حضرت سعد بن ابی وقاص وغیرہ جلیل القدر اور نامور صحابہ سب اہل سنت ہیں ان کے بعد امت کے فقہا اور مجتہدین، مجددین، مصلحین علماء، صلحا، فاتحین و سلاطین سب اہل سنت ہیں جنہوں نے اپنے علمی، عملی، جانثارانہ اور مجاہدانہ محنت و قربانی کے ذریعے سنت رسولؐ اور اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اسلامی بنیاد کی حفاظت کی ہے آج گو ہم زوال پذیر ہیں لیکن ہمیں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیئے ہم نے اپنا فریضہ بہر حال ادا کرنا ہے جس کے بغیر ہم رضائے الٰہی کے مستحق نہیں ہو سکتے

آپ حضرات کی خدمت میں گذارش ہے کہ خدارا عوام اہل سنت کو سنبھالیں ان کو اہل باطل کے نرغے سے بچانے کی سعی کریں اور مذہب اہل سنت کی بنیاد پر ملک پاکستان میں سنی مسلمانوں کی ایک جماعتی منظم طاقت کے حصول کی جدوجہد کریں۔　والسلام

منظر حسین　خطیب مدنی جامع مسجد
چکوال، ضلع جہلم

گورنر سرحد کی ناروا اجازت

مکرمی! شراب ام الخبائث ہے تمام خباثتوں کی جڑ ہے احکم الحاکمین نے قرآن مجید میں صاف اور واضح طور پر اسے رجس قرار دیا ہے دنیا میں فسادات اور ملکوں کی تباہی میں شراب نوشی کو بڑا دخل ہے، مشرقی پاکستان کا سقوط ایک شرابی صدر کا ناقابل معافی جرم ہے، مفتی محمود ایک متبحر عالم ذکی سیاست دان، شیخ طریقت اور شیخ الحدیث ہونے کے باوجود اپنے ان مخالفین کی نظر میں جو کل تک ان کی ٹیم کے زبردست کھلاڑی تھے۔ مجسمہ خرابی اور بہت بری شخصیت سہی مگر انہوں نے اپنی تمام برائیوں کے باوجود سب کو معلوم ہے کہ اس رجس اور ام الخبائث شراب پر بڑی حد تک پابندی لگا دی تھی، شرابیوں کا اس زمانہ میں مفتی صاحب کو گالیاں دینا ہی اس امر کا ثبوت تھا کہ انہوں نے ایک نیک کام کیا ہے۔ گورنر سرحد پچھلے دنوں جنوبی اضلاع کے دورہ پر تشریف لائے باقی اضلاع کا تو علم نہیں مگر ہمارے ضلع یا کم از کم ٹانک اور کلاچی میں انہوں نے جو کچھ فرمایا اس کا زیادہ تر تعلق اگرچہ نہ صرف مفتی محمود صاحب بلکہ مجموعی طور پر علماء کی توہین اور تذلیل سے تھا لیکن ہم نے نئی حکومت کی اس اشتعال انگیزی پر کچھ بھی حرف شکایت کو زبان پر لانا مناسب نہیں سمجھا، ہمارے محترم گورنر صاحب اور مفتی حکومت کے سابق سپیکر صاحب کو اگر علماء کے خلاف کچھ فرمانے میں مزہ آتا ہے تو وہ خوشی سے یہ شوق پورا فرماتے رہیں ہم اس معاملہ میں حائل ہونے کا کوئی شوق نہیں رکھتے مگر شراب پر پابندی لگی ہوئی کو ہٹا دینا اور روزنامہ جنگ پنڈی مورخہ ۱۴ مئی ۷۳ء کے مطابق مختلف ہوٹلوں اور کلبوں میں اس کی فروخت کی اجازت دے دینا ایک ایسا ناروا اقدام ہے جو کھلے طور پر عذاب خداوندی کو دعوت دینا ہے۔ گورنر سرحد کا مفتی دشمنی میں اس حد تک آگے بڑھ جانا اور ام الخبائث تک کھلے لگا لینا ایک ایسی ناجائز حرکت ہے جس پر مہر بلب رہنا اور احتجاج نہ کرنا یقیناً ہم صوبہ سرحد کے باشندوں کے لیے عند اللہ یقینی طور پر باعث مواخذہ ہے اور شیطان اخرس (گونگا شیطان) بننا ہے اس لیے میں بحیثیت ایک مسلمان اور ایک عالم دین ہونے کے اس بیان کے ذریعے مواخذہ خداوندی سے بچنے کی خاطر گورنر سرحد کی اس ناروا اجازت پر زبردست احتجاج کرتا ہوں اور صوبہ ہذا کے سب سے بڑے ذمہ دار حاکم وزیر اعلیٰ جناب سردار حاجی عنایت اللہ خان صاحب سے پر زور اپیل کرتا ہوں کہ وہ گورنر کی اس ناروا اجازت میں مداخلت فرماویں اور کسی کی ناراضگی کی پرواہ کیے بغیر حبیب کبریا شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان واجب الاذعان کا ادب و احترام کریں جنہوں نے الا ان الخمر قد حرمت (سن لو شراب حرام کر دی گئی ہے) کی منادی کروا کر مدینہ منورہ کی گلیوں اور کوچوں میں شراب کو بہا کر ضائع فرما دیا تھا۔

روا سے ڈر تو نہ ایران کے کج کلاہ سے ڈر
نبیؐ کے غصے میں ڈوبی ہوئی نگاہ سے ڈر

قاضی عبدالکریم
کلاچی — مدرسہ نجم المدارس

ڈاکٹر محمد صدیق شبلی کی والدہ کا انتقال

حلقۂ احباب میں یہ خبر نہایت صدمے کے ساتھ سنی جائے گی کہ پروفیسر ڈاکٹر محمد صدیق خاں شبلی لیکچرار سنٹرل کالج اسلام آباد اور حاجی عبدالرشید لدھیانوی کی والدہ محترمہ گذشتہ دنوں لائل پور میں انتقال کر گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحومہ نہایت نیک، پابند صوم و صلوٰۃ خاتون تھیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں کروٹ کروٹ جنت الفردوس نصیب کرے اور پسماندگان کو صبر و تحمل کی توفیق دے ادارہ خدام الدین ڈاکٹر محمد صدیق شبلی [illegible] عبدالرشید اور دیگر پسماندگان کا شریک غم اور دعاگو ہے۔　(ادارہ)

اہل سنت والجماعت کی صداقت و حقانیت

(ایک علمی و تحقیقی مقالہ)

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب خلیفہ مجاز حضرت مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کی ہدایت کے لیے سلسلہ نبوت جاری فرمایا اور ابو البشر حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر خیر البشر سرورِ کائنات رحمۃ للعالمین خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر تشریف لائے اور آخر امام الانبیاء والمرسلین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سلسلۂ نبوت ختم ہو گیا یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اللہ تعالیٰ کسی کو نبوت عطا نہیں فرمائیں گے۔ کوئی امتِ محمدیہ میں سے نبی نہیں پیدا ہو گا۔ اب رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے آفتابِ رسالت کا فیض ہی قیامت تک باقی رہے گا۔ قرآن مجید آخری مکمل کتاب ہدایت ہے۔ اسلام آخری مکمل دین ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم افضل و اکمل مخلوق آخری نبی ہیں اور امتِ محمدیہ آخری امت ہے۔ قرآن عظیم کی بشارت و اعلانات (مثلاً هُوَ الَّذِيْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ (سورہ فتح آخری رکوع) وہ اللہ جس نے بھیجا اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ تاکہ وہ اپنے دین کو سارے دینوں پر غالب کرے) کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دورِ نبوت میں اسلام کو علمی، عملی اور آئینی وغیرہ ہر حیثیت سے ملک عرب میں غالب فرمایا۔ اور خداوند عالم کی نصرت سے جب بعثتِ رسالتِ محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ کا عظیم مقصد (غلبہ دین) پورا ہو گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس دارِ فانی سے رحلت (وفات) فرما کر اپنے روضہ مقدسہ میں آرام فرما ہو گئے (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

مقامِ اصحابِ رسول ﷺ

تکمیلِ دین، غلبۂ اسلام اور سلسلہ نبوت ختم ہونے کے بعد تبلیغ و تحفظ دین کے لیے مومنین کاملین کی ایک ایسی جماعت کی ضرورت تھی جو نہ صرف یہ کہ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے قائم کردہ شرعی نظام کی حفاظت کر سکے بلکہ وہ اپنی ایمانی اور عملی قوت سے اسلامی غلبہ کی حدود میں اضافہ کرے اور ظاہر ہے کہ ایسی جماعت انہیں مومنین کی جماعت ہو سکتی تھی جو محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے مشرف ہوئے تھے۔ اور قرآن اور اسلام کا عمل، علم اور حال انہوں نے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بلا واسطہ حاصل کیا تھا اور رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اور مکمل صفات یعنی تعلیم (مثلاً هو الذی بعث فی الامیین رسولا منهم یتلوا علیهم ایٰته ویزکیهم ویعلمهم الکتٰب والحکمة وان کانوا من قبل لفی ضلٰل مبین (سورہ جمعہ) وہ اللہ جس نے بھیجا ان پڑھ لوگوں میں اپنے (عظیم الشان) رسول کو انہی میں سے۔ جو ان پر اس کی آیات پڑھتے ہیں۔ اور ان کو پاک کرتے ہیں اور ان کو اس کی کتاب اور دین کی حکمت سکھلاتے ہیں اور بے شک وہ لوگ اس سے پہلے بڑی کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے) تربیت اور تزکیہ نفوس کے ذریعہ وہ ایمان، عمل اور خلوص اور تقوےٰ میں کمال حاصل کر چکے تھے۔ اس لیے کسی نئی نبوت کی ضرورت باقی نہیں رہ گئی تھی۔ اور مومنین کاملین کی اس جماعت مقدسہ کو ہی اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے یاد کیا جاتا ہے کیونکہ صحبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزانہ فیوضات ہی سے ان کو وہ کمالات حاصل ہوئے تھے جو انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد اولاد آدم ؑ میں سے کسی کو نصیب نہیں ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضان سے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اپنی اپنی استعداد اور قابلیت کے مطابق انتہائی خالص ایمان نصیب ہوا۔ اس لیے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں ارشاد فرمایا۔ "اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم"۔ (میرے اصحاب مثل ستاروں کی ہیں کہ تم جس کی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے)

اس ارشاد نبوی ﷺ سے ثابت ہوا کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینوں میں جو ایمان کا چراغ روشن ہوا وہ آفتاب رسالت محمدیہ کی شعاعوں ہی کا عکس تھا۔ اس حقیقت کو سمجھانے کے لیے قرآن مجید میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سراج منیر فرمایا گیا ہے۔ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا (سورہ احزاب رکوع ۶) اے نبی ﷺ بے شک ہم نے آپ ﷺ کو اس شان کا رسول بنا کر بھیجا ہے۔ آپ ﷺ گواہ ہوں گے اور آپ ﷺ بشارت دینے والے ہیں۔ اور ڈرانے والے ہیں اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والے ہیں اور آپ ایک روشن چراغ ہیں۔ اور مومنین کو بشارت دیجئے کہ ان پر اللہ کی طرف سے بڑا فضل ہونے والا ہے۔ (ترجمہ حضرت تھانوی ؒ)

اس کی تفسیر میں حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

"اور یہ تبشیر و انذار و دعوت تو تبلیغاً ہے اور یوں خود اپنی ذات و صفات و کمالات و عبادات وغیرہا مجموعی حالات کے اعتبار سے آپ ﷺ سرتاپا نمونہ ہدایت ہونے میں بمنزلہ ایک روشن چراغ کے ہیں کہ آپ ﷺ کی ہر حالت طالبان انوار کے لیے سرمایہ ہدایت ہے۔ پس قیامت میں ان مومنین پر جو کچھ رحمت ہو گی وہ آپ ﷺ ہی کی ان صفات بشیر، نذیر و داعی و سراج منیر کے واسطے سے ہے۔ پس آپ ﷺ مومنین کو بشارت دیجئے کہ ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بڑا فضل ہونے والا ہے۔" (تفسیر بیان القرآن)

آیت بالا اور مذکورہ حدیث شریف سے یہ ثابت ہوا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رسالت کے آفتاب ہیں۔ اور تمام اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آفتابِ رسالت سے فیض یافتہ ایمان و ہدایت کے نورانی ستارے ہیں۔ جن کے ایمان میں کوئی کدورت اور ظلمت نہیں ہے۔

آیت ۲۔ محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینهم تراهم رکعا سجدا یبتغون فضلا من اللہ ورضوانا۔ سیماهم فی وجوههم من اثر السجود ذالك مثلهم فی التوراة ومثلهم فی الانجیل (پارہ ۲۶۔ سورہ الفتح آخری رکوع) حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں کافروں پر بہت سخت ہیں۔ آپس میں بڑے مہربان ہیں۔ آپ دیکھتے ہیں ان کو رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے۔ وہ اللہ کا فضل اور رضامندی چاہتے ہیں۔ ان کے چہروں پر سجدے کے اثر سے نشان موجود ہیں۔ یہ صفتیں ان کی تورات میں ہیں اور انجیل میں۔"

یہ آیت ان اصحاب کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو صلح حدیبیہ کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے اور جنہوں نے ایک کیکر کے درخت کے نیچے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینے کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر

موت کی اور جہاد کی بیعت کی تھی اور اللہ تعالیٰ نے اس بیعت پر اپنے راضی ہونے کا اعلان کر دیا۔ (آیت یہ ہے۔ لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ فعلم ما فی قلوبھم فانزل السکینۃ علیھم واثابھم فتحاً قریباً ط (سورہ فتح) بے شک تحقیق راضی ہو گیا اللہ ان مومنین سے جبکہ وہ آپ کی بیعت کر رہے تھے ایک درخت کے نیچے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کا حال جان لیا۔ پس ان پر اپنی سکینت (خاص تسلی) نازل فرمائی اور بدلے میں ان کو قریب کی فتح عطا فرمائی۔ اس سے ثابت ہوا کہ مقام حدیبیہ پر بیعت کرنے والے اصحاب سے اللہ راضی ہو گیا تھا) اس لیے اس بیعت کو بیعت رضوان کہا جاتا ہے۔ اور بیعت رضوان والے اصحاب کرام کی تعداد غالباً چودہ سو ہے۔ اور یہ بھی ملحوظ رہے کہ ان اصحاب حدیبیہ میں وہ چار یار بھی تھے جن کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مسند خلافت عطا ہوئی۔ یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضؓ، حضرت عمر فاروق رضؓ، حضرت عثمان ذوالنورین رضؓ اور حضرت علی المرتضیٰ رضؓ۔ چونکہ بیعت رضوان میں اللہ تعالیٰ ان چار جلیل القدر اصحاب سے بھی راضی ہو چکا ہے اور یہی چار یار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بالترتیب ۳۰ سال تک مسند خلافت پر متمکن رہے۔ اس لیے کسی مسلمان کو اس میں شک کرنے کی گنجائش نہیں رہی۔ کہ ان چاروں خلفائے راشدین کی خلافت برحق تھی اور بیعت رضوان کے بعد کوئی انہوں نے ایسا جرم و ظلم نہیں کیا جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب بنے۔ ورنہ اگر انہوں نے بعد میں اور بالخصوص دور خلافت میں ایسے مظالم کا ارتکاب کرنا ہوتا جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث ہو تو اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہونے کا پہلے اعلان نہ کرتا۔ لہٰذا منکرین صحابہؓ کی طرف سے ان خلفائے اربعہ کی طرف جو خلاف شرع امور منسوب کیے جاتے ہیں وہ بالکل بے بنیاد ہیں اور وحی خداوندی کے مقابلہ میں کسی کتاب اور کسی شخصیت، کسی تاریخ اور کسی مؤرخ کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ ذٰلک الکتاب لا ریب فیہ۔ یہ قرآن ایسی کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں ہے)۔

ب: یہ آیت یعنی محمد رسول اللہ والذین معہ کو خصوصی طور پر اصحاب حدیبیہ کے حق میں نازل ہوئی ہے لیکن والذین معہ کے تحت ان کے علاوہ دوسرے صحابہ کرام بھی اس آیت کا مصداق بن سکتے ہیں۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت اور صحبت کا شرف ان سب کو حاصل ہے۔

ج: ان آیات میں اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حسب ذیل صفات مذکور ہیں:۔

۱۔ کافروں پر سخت ہیں (۲) آپس میں مہربان ہیں (۳) رکوع اور سجود والے یعنی نمازیں پڑھنے والے ہیں (۴) وہ جو کچھ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رضامندی حاصل کرنے کے لیے ہی کرتے ہیں (۵) سجدہ سے ان کو جو قرب خداوندی حاصل ہوتا ہے اس کا نور ان کے چہروں پر نمایاں ہے (۶) ان کی یہ مخصوص صفات ان کی پیدائش سے پہلے تورات اور انجیل میں بھی اللہ تعالیٰ نے بیان کر دی ہیں۔۔۔ ان قرآنی آیات کے بعد وہی شخص اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ان صفات کا انکار کر سکتا ہے جس کو قرآن پر ہی ایمان نہ ہو ورنہ قرآن پر ایمان رکھنے والا تو ان آیات سے یہی نتیجہ نکالے گا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام صحبت یافتہ جماعت (صحابہ کرام) کا مقام انبیاء کرام کے بعد سب سے بلند و بالا ہے

آیت ۲۔ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر و تؤمنون باللہ (پارہ ۴ رکوع ۲)

ترجمہ: تم سب امتوں سے بہتر ہو جو نکالی گئی ہے لوگوں کے لیے تم نیکی کا حکم کرتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب فرماتے ہوئے ان کی ان صفات کا اعلان فرمایا۔ (۱) صحابہ سب امتوں اور جماعتوں سے بہتر ہیں (۲) ان کو لوگوں کی اصلاح اور ہدایت کے لیے تیار کیا گیا ہے (۳) وہ لوگوں کو نیکی کا حکم کرتے ہیں (۴) وہ لوگوں کو برائی سے روکتے ہیں (۵) وہ اللہ پر سچا ایمان رکھتے ہیں۔

سو اس آیت مبارکہ میں جب اللہ تعالیٰ نے خود مذکورہ صفات کا صحابہ کرام کی ساری جماعت کے لیے اعلان کر دیا ہے تو اس کے بعد بھی اگر کوئی شخص اصحاب رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بغض کی نگاہ سے دیکھے اور ان پر طعن اور ملامت کرے تو بے شک وہ بڑا بدنصیب ہے چونکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خود فضائل و کمالات بیان فرما دیے ہیں اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے محبوب صحابہ کرام کی عظمتِ شان بیان کرتے ہوئے امت پر تنبیہ فرمائی ہے۔

اللہ اللہ فی اصحابی لا تتخذوھم غرضاً من بعدی من احبھم فبحبی احبھم و من ابغضھم فببغضی ابغضھم۔ میرے اصحاب کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا۔ جو ان سے محبت کرے گا وہ میری وجہ سے ہی ان سے محبت کرے گا اور جو ان سے بغض رکھے گا میرے بغض کی وجہ سے ہی بغض رکھے گا۔

اس حدیث میں بڑی عبرت ہے ان لوگوں کے لیے جو اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مطاعن اعتراضات کا نشانہ بناتے ہیں اور تنقید کے عنوان سے ان کے اخلاص اور تقویٰ کو مجروح کرتے ہیں اہلسنت کو چاہیے کہ کسی صحابی کے متعلق زبان درازی نہ کریں۔ اور کسی کے متعلق بھی دل میں کوئی کدورت اور غبار نہ رکھیں (باقی آئندہ)

بقیہ: خطبۂ جمعہ

ہے اس میں سے ایک حبہ دنیا کی سب طاقتیں مل کر بھی اس سے چھین نہیں سکتیں اور نہ اس میں رتی بھر اضافہ کرنے کی کسی کو قدرت ہے انسان کو رزق دینا اللہ تعالیٰ نے خود اپنے ذمہ لیا اور انسان کی ذمہ داری فرمانبرداری، بندگی اور عبادت قرار پائی چاہیے تو یہ تھا کہ جب۔

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کارند
تا تو نانے بکف آری و بغفلت نخوری
ہمہ از بہر تو سرگشتہ و فرمانبردار
شرط انصاف نباشد کہ تو فرمان نبری

بادل ہوا چاند سورج آسمان غرضیکہ ساری کائنات انسان کے لیے رزق تیار کرنے کے کام میں لگی ہوتی ہے سب کے سب اسی کی بہتری کے لیے پریشانی کی حد تک مصروف کار اور فرمانبردار ہیں۔ اے انسان! تو اگر اب بھی خدا تعالیٰ کی فرمانبرداری نہ کرے تو اس سے بڑا ظلم اور کیا ہو گا۔

مگر آج کا انسان روزی کے حصول میں ہمہ تن مصروف ہے اور مقصد حیات سے ہمہ وقت غافل ہے پیدائش سے لے کر موت تک کوشش اور جدوجہد کا ایک سلسلہ موجود ہے مگر اس میں خدا تعالیٰ کی بندگی اور عبدیت کی جو از اول تا آخر ہونی چاہیے تھی جدوجہد کی کوئی کڑی شامل نہیں ۔۔۔ والدین بچے کی پرورش کرتے ہیں، تعلیم دلواتے ہیں اچھی سے اچھی ملازمت کے لیے کوشش کی جاتی ہے۔ شادی ہوتی ہے اور زندگی کے دن پورے کرنے کے بعد دنیا سے رخصتی ہو جاتی ہے۔ ملک و قوم اور ملت و دین کے لیے کیا محنت کی؟ کیا کارنامہ انجام دیا؟ کچھ بھی نہیں لسان العصر اکبر الٰہ آبادی نے اس زندگی کو ایک شعر میں پیش کر دیا ہے۔

ہم کیا کہیں احباب کیا کارنمایاں کر گئے
بی اے ہوئے نوکر ہوئے، پنشن ملی پھر مر گئے

ایسی موت اور ایسی فضول اور آخرت کو تباہ کر دینے والی زندگی سے اللہ تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھے اپنی بندگی کرنے اور اپنے در وارث سے مانگنے کی توفیق دے اور شرک و بدعت سے بچائے۔ آمین ثم آمین۔

تعارف وتبصرہ

تبصرہ کے لیے ادارہ کے نام مطبوعات کی دو جلدیں ارسال کرنا ضروری ہیں

ہدایۃ الحیران فی جواہر القرآن

تصنیف: مولانا قاری سید عبدالشکور ترمذی
مہتمم مدرسہ حقانیہ ساہی وال ضلع سرگودھا
ناشر: مدرسہ حسینیہ حنفیہ سلانوالی ضلع سرگودھا
قیمت: آٹھ روپے

زیر تبصرہ کتاب درحقیقت حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب مدظلہ العالی کی تفسیر جواہر القرآن کا علمی احتساب ہے جو نہایت تحقیق و جستجو اور خالص علمی و فکری زاویۂ نگاہ سے کیا گیا ہے۔

کسی انسان کو بھی معصوم عن الخطاء ہونے کا دعوےٰ نہیں۔ فکری لغزشیں بڑے بڑے ذی علم حضرات سے سرزد ہو جاتی ہیں۔ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی غلطیوں اور فکری کوتاہیوں کے موضوع پر ترجیح الراجح کے عنوان سے باقاعدہ ایک کتاب لکھی اور پاکستان کے مشہور فقیہ اور جلیل القدر عالم دین مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نے بھی اپنی فکری کوتاہیوں کے موضوع پر کتابچہ تحریر فرمایا ہے۔

اہل حق علماء دیوبند کا ہمیشہ یہی موقف رہا ہے کہ ان کی علمی اور فکری کوششوں کے بالمقابل اگر کسی نے قرآن حکیم، احادیث صحیحہ اور تعامل صحابہ کرام رضؓ کے حوالہ جات سے متبادل صحیح اور اقرب الی الحق کوئی چیز پیش کر دی تو اسے بلاحیل و حجت تسلیم کر لیا گیا۔ اور اپنے موقف سے رجوع کا اعلان کر دیا گیا۔

زیر تبصرہ کتاب کی علمی حیثیت کا اندازہ اسی سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس پر حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی تھانوی، حضرت مولانا خیر محمد جالندھری اور حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی کی تقاریظ موجود ہیں۔ حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تو یہاں تک تحریر فرما دیا ہے —— کہ ہدایۃ الحیران فی تفسیر جواہر القرآن کو میں نے حرفاً حرفاً من اولہ الی آخرہ سنا: اہلسنت والجماعت کے موافق پایا۔

آگے تحریر فرمایا ہے کہ کسی شخص کو جواہر القرآن کا مطالعہ کرنا جائز نہیں اور جو مطالعہ کر چکے ہیں ان کو کتاب

"ہدایۃ الحیران"

کا غور سے پڑھنا ضروری ہے۔

نظام زکوٰۃ اور جدید معاشی مسائل

تالیف: جناب محمد یوسف گورایہ
ناشر: ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد
قیمت: پانچ روپے پچاس پیسے

جدید اقتصاد و معاشیات کے موضوع پر اگرچہ اردو زبان میں بھی خاصا تحقیقاتی معلوماتی لٹریچر شائع ہو چکا ہے اور مزید کوششیں جاری ہیں۔ لیکن اسلام کے اساسی رکن زکوٰۃ کے زیر عنوان "جدید معاشی مسائل" کے موضوع پر ملک کے معروف اہل قلم اور علماء اکادمی پنجاب کے ڈائرکٹر جناب محمد یوسف گورایہ نے اردو زبان میں پہلی مرتبہ وقیع معلومات فراہم کی ہیں۔

زیر تبصرہ کتاب کی ضرورت اور اہمیت کا صحیح اندازہ لگانے کے لیے اس کا مطالعہ نہایت ضروری ہے۔

فاضل مصنف جناب محمد یوسف گورایہ کی علمی عظمت اور وسعت فکر و نظر کے اعتراف میں ملک کے نامور محقق اور مصنف جناب مظہر الدین صدیقی نے شاندار پیش لفظ تحریر کیا ہے۔

زیر تبصرہ کتاب میں زکوٰۃ کی وصولی کے طریق کار کو قرآن و سنت کی روشنی میں بیان کرنے کے بعد حکومت کی ذمہ داریوں کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا گیا ہے:

"اس وقت جب ہم اپنے معاشرے کا تجزیہ کرتے ہیں تو قرآن کریم کے بیان کردہ مصارف ہمارے معاشرے میں ان صورتوں میں نظر آتے ہیں:
۱۔ بیکاری ۲۔ معاشی غلامی ۳۔ جہالت ۴۔ بیماری ——
چنانچہ یہ وہ چار بیماریاں ہیں جو اس وقت ہمارے ملک و معاشرے کو گھن کی طرح کھا رہی ہیں اور یہی فقر و احتیاج کی وہ موجودہ صورتیں ہیں جو خدا اور رسولؐ کو شرک کی طرح انتہائی مکروہ اور ناپسندیدہ ہیں۔ اور جب تک ان کا معاشرے سے مکمل طور پر انسداد نہ ہو جائے اور انہیں پاکستان کی سرزمین سے پوری طرح بیخ و بن سے اکھاڑ کر پھینک نہ دیا جائے۔ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے راضی نہ ہوں گے اور ان کی ناراضی کے نتیجے میں ہم اس وقت تک اللہ کے عذاب میں مبتلا رہیں گے۔" (ص ۳۰)

فاضل مصنف نے نظام زکوٰۃ اور جدید معاشی مسائل کا نہایت عالمانہ انداز میں پاکستان کے زرعی نظام معیشت کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

"دیہات میں عزت و ذلت کا معیار ملکیت زمین ہے۔ جس دیہاتی کی جتنی زمین زیادہ ہے۔ اسی لحاظ سے وہ عزت و شرف میں زیادہ ہوتا ہے اور جیسے جیسے اس کی زمین کی مقدار گھٹتی جاتی ہے اس کی ذلت و مسکنت میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ دیہاتی کے "ملکیتی طبقہ" سے نکل کر غیر ملکیتی طبقہ میں داخل ہونے پر اس کی ذلت انتہا کو پہنچ جاتی ہے۔ پھر غیر ملکیتی طبقے میں بھی ذلت و غلامی کے مختلف مدارج ہیں۔ وہ دیہاتی جو ملکیتی طبقے کی پیداوار و دولت میں اضافہ کرنے کے بجائے اس کی معاشرتی خدمات یا جسمانی آسائش و آرام کے کام آئے۔ دیہاتی اصطلاح میں کمیں (کارندہ) کہلاتا ہے۔" (ص ۸۵)

فاضل مصنف نے "ملکیت زمین کے مسئلہ" کو قرآن حکیم سنت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور تعامل صحابہؓ کی روشنی میں جدید پیرائے میں پیش کرتے ہوئے لکھا ہے:

"امیر المومنین حضرت فاروق اعظمؓ نے قرآن و سنت کی روشنی میں جو فیصلہ کیا تھا۔ اس پر عمل کرتے ہوئے ملکی دولت اور ذرائع دولت کو مسلمانوں کی اجتماعی ملکیت میں لے لیا جائے اور حکومت بطور امین اس سے عامۃ المسلمین کی بنیادی ضروریات زندگی پوری کرنے کا انتظام کرے تاکہ ملک و قوم مسلسل ترقی کرتے رہیں۔ اسلام کا نظام زکوٰۃ صرف اسی صورت میں مفید و کارآمد نتائج پیدا کر سکتا ہے۔"

جناب گورایہ صاحب نے اس کتاب میں جس موضوع پر بھی قلم اٹھایا ہے اسے نہایت مدلل صورت میں استدلال کے ترازو میں ناپ تول کر پیش کیا ہے تاکہ قاری کا ذہن معمولی سی تشنگی بھی محسوس نہ کر سکے۔

کتاب کے آخری حصے میں زکوٰۃ اور مسئلہ تعلیم کے زیر عنوان جو کچھ لکھا گیا ہے بظاہر اس کا موضوع سے تعلق محسوس نہیں ہوتا لیکن گہرے مطالعے کے بعد یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ جب تک علمی اور فکری اساس پر قدیم و جدید تعلیم یافتہ حضرات کی تفریق اور امتیاز ختم نہیں کیا جاتا۔ اور دین و مذہب کے دوش بدوش عصر حاضر کے علوم و معارف سے آگہی نہیں ہوتی

اس وقت تک ہم نہ تو معاشرے کی اصلاح کر سکتے ہیں۔ اور نہ ہی اقتصادی و معاشی بنیاد پر کوئی انقلاب برپا کیا جا سکتا ہے۔

بہر نوع یہ معرکہ آراء کتاب یقیناً اس لائق ہے کہ اسے مدارس عربیہ اور جدید تعلیمی اداروں کے نصاب تعلیم میں شامل کیا جائے۔ اور اگر کسی طور پر ممکن نہ ہو تو کم از کم "علماء اکیڈمی" میں تعلیم و تربیت پانے والے علماء کرام کو یہ کتاب سبقاً سبقاً پڑھانی چاہیے اور جدید معاشی مسائل کے بارے میں عوام الناس کے فکر و نظر کو اسلام کے صحیح عقائد و نظریات سے ہم آہنگ کرانے اور اسلامی شعور بیدار کرنے کے لیے اس کتاب کی روشنی میں "علمی مذاکرات" کا ایک سلسلہ شروع کرانا بیحد مفید اور نتیجہ خیز ہوگا۔

اقتصادیات و معاشیات کے موضوع سے دلچسپی رکھنے والے حضرات کے لیے اس کتاب کا مطالعہ فکری و نظری جلا پیدا کرنے کا ایک مؤثر ترین ذریعہ ہے۔ کتاب کے مطالعہ سے یوں محسوس ہوتا ہے کہ موجودہ برسر اقتدار حضرات جن دنوں پاکستان میں اقتصادی و معاشی انقلاب برپا کرنے کی ہمہ گیر تحریک میں سرگرم عمل تھے۔ جناب محمد یوسف گورایہ ٹھیک ان دنوں فکر و نظر کے محاذ پر قرآن و سنت اور اجماع صحابہؓ کی روشنی میں ان کے لیے وقیع معلومات فراہم کر رہے تھے۔

زیر تبصرہ کتاب جدید ٹائپ میں طبع ہوئی ہے کاش اسے آفسٹ (رونڈا ٹنگ) میں شائع کرنے کا اہتمام کیا جاتا تو مختلف حلقے اس سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کر سکتے۔ بہرحال ایک کامیاب کوشش، نئی معلوماتی پیشکش اور جدید معاشی مسائل کے بارے میں شاندار تجزیہ پیش کرنے پر جناب محمد یوسف گورایہ ہدیۂ تبریک و تحسین کے مستحق ہیں۔ کتاب کی قیمت مناسب ہے

★

طلبہ
کی
سرگرمیاں

جاوید ابراہیم پراچہ کو رہا کیا جائے

جمعیۃ طلبہ اسلام کے مرکزی رہنماؤں کا مطالبہ

رپورٹ
قاضی محمد اشرف

لاہور: جمعیۃ طلبۂ اسلام پاکستان کے چیف آرگنائزر محمد اسلوب قریشی، اسسٹنٹ چیف آرگنائزر میاں محمد عارف اور سید مطلوب علی زیدی نے مشترکہ طور پر جمعیۃ طلبہ اسلام کی مرکزی کمیٹی کے جنرل سیکرٹری جاوید ابراہیم پراچہ کی گرفتاری پر انتہائی غم و غصہ کا اظہار کیا ہے۔

انہوں نے کہا کہ ایک طرف تو حکومت طلبہ کو رہا کرنے اور انہیں تحفظ دینے کا اعلان کرتی ہے اور دوسری طرف طلبہ پر زیادتیاں روا رکھتی ہے۔ جب طلبہ ان زیادتیوں کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتے ہیں یا اپنا آئینی حق مانگتے ہیں تو انہیں پابند سلاسل کیا جاتا ہے۔

انہوں نے پُرزور الفاظ میں حکومت سے مطالبہ کیا کہ بہاولپور کے طلبہ کے ہردلعزیز لیڈر اور جمعیۃ طلبۂ اسلام کی مرکزی کمیٹی کے جنرل سیکرٹری جاوید ابراہیم پراچہ کو فی الفور رہا کرکے کراچی سے خیبر تک تمام تعلیمی اداروں کے طلبہ کو مطمئن کیا جائے۔

ٹھیڑی کے پانچ طلبہ کی جمعیۃ میں شمولیت

ٹھیڑی۔ جمعیۃ طلبہ اسلام کے اغراض و مقاصد اور نصب العین سے متاثر ہو کر پی۔ ٹی سی کالج خیرپور کے طالب علم عبدالرحمٰن میمن، انٹر آرٹس کالج خیرپور کے سلیم اللہ میمن بی۔ اے۔ پارٹ وَن کے بدر الدین۔ میٹرک کے اسعد اللہ میمن اور بلال الدین میمن نے مشترکہ طور پر جمعیۃ طلبہ اسلام میں اپنی شمولیت کا اعلان مقامی تنظیم کے دفتر میں کیا ہے۔

انہوں نے اعلان کرتے ہوئے کہا ہے کہ ہم جمعیۃ طلبہ اسلام میں اس لیے شامل ہوئے ہیں کہ اس تنظیم کا مقصد طلبہ میں دینی شعور پیدا کرنا اور نظام تعلیم کو مکمل اسلامی بنانے کے لیے جدوجہد کرنا ہے۔ اور اس تنظیم میں کالجوں کے طلبہ کے علاوہ دینی مدارس کے طالب علم بھی شامل ہیں۔

انہوں نے کہا کہ ہم جمعیۃ طلبہ اسلام کے پروگرام کو ہردلعزیز بنانے کے لیے تعلیمی اداروں میں پوری تندہی اور سرگرمی سے کام کریں گے۔

جمعیۃ طلبہ اسلام موجودہ فرسودہ نظام تعلیم کو بدلنا چاہتی ہے۔

چنیوٹ: جمعیۃ طلبہ اسلام کی مقامی شاخ کے جنرل سیکرٹری خلیل احمد نے جمعیۃ طلبہ اسلام کے عزائم پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ جمعیۃ طلبہ اسلام کا اولین مقصد انگریز کے فرسودہ نظام کو بدل کر اس کی جگہ اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے جدوجہد کرنا ہے۔

انہوں نے کہا کہ ہمارا مقصد علماء حق کی زیر قیادت اپنی زندگی کی تعمیر کرنا ہے۔ اور طلبہ کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرکے مغربی تہذیب و تمدن کے خلاف نئی نسل میں نفرت پیدا کرنا ہے۔

جاوید ابراہیم پراچہ کی رہائی کا مطالبہ

جمعیۃ طلبہ اسلام بھیرہ اور جھاوریاں کی مقامی شاخوں نے حکومت سے جمعیۃ طلبہ اسلام کی مرکزی کمیٹی کے جنرل سیکرٹری جاوید ابراہیم پراچہ کی رہائی کا مطالبہ کیا ہے اور کہا ہے کہ طلبہ پر ظلم و تشدد بند کیا جائے۔

جمعیۃ طلبہ اسلام جھاوریاں کا انتخاب

سرپرست: قاری واحد الرحمٰن ہزاروی
صدر، عطاء الرحمٰن۔ نائب صدر، محمد خالد انور
نائب صدر دوم، میاں محمد ظفر حیات سیال۔
جنرل سیکرٹری، محمد عابد ضیاء۔ ناظم، محمد خان
سیکرٹری اطلاعات، غلام یٰسین۔ خازن، چوہدری شوکت علی

بقیہ: اسلام میں سزائے ارتداد کا مسئلہ

مؤلف کتاب کو بھی حضرت عمرؓ کے خلاف رائے دینے کا حق ہے۔ مؤلف کتاب نے حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی تفسیر پر بھی اعتراض فرمایا ہے کہ وہ قرآن کے مفہوم کے خلاف ہے ظاہر ہے کہ اگر وہ ایسا کر سکتے ہیں تو یہ نیاز مند اپنی علمی قلیل البضاعتی کے باوجود اس طرح ان پر اعتراض کیوں نہیں کر سکتا جس طرح انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فیصلے کو غلط تصور کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس کتاب کے تمام دلائل، دیانت، منطق اور فراستِ عامہ کے خلاف ہیں۔

بنات اسلام

تحریر: مریم بشریٰ

حضرت خدیجہ بنت خویلدؓ

صرف آپ ہی کو رسول اکرمؐ کی اولاد کی ماں بننے کا شرف حاصل ہے

وہ مجھ پر ایمان لائی اس حال میں کہ دوسرے لوگوں نے میرا انکار کیا۔ اس نے میری تصدیق کی اس حال میں کہ دوسروں نے مجھے جھٹلایا اس نے مجھ پر اپنا مال نچھاور کر دیا اس حال میں کہ لوگوں نے مجھے مفلس بنا دیا تھا اور خدا نے مجھے اس سے اولاد دی اور دوسری بیویوں سے میری اولاد نہیں ہوئی۔ یہ سمجھنا مشکل نہیں ہے کہ یہ کلمات کس نے اور کس کی شان میں کہے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب نبوت کا منصب عطا ہوا اور آپ نے مشرکین مکہ کے درمیان خود کو تنہا محسوس کیا تو یہ آپ کی اولین اور عزیز ترین رفیقہ حیات حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا تھیں جنہوں نے آپ کو تسلی دی۔ سب سے پہلے آپ کی نبوت کو تسلیم کیا اور ہر قسم سے مادی و بنیادی امور میں۔ حضرت خدیجہؓ یوں ممتاز ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کی ماں بننے کا شرف صرف ان کو حاصل ہوا ان کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی زوجہ مطہرہ سے اولاد نہیں ہوئی۔ حضرت خدیجہؓ قبیلہ قریش کے ممتاز خاندان بنو اسد عبدالعزیٰ کے ایک شخص خویلد کے گھر ۵۵۶ء میں پیدا ہوئیں۔ رئیس والدین کی بیٹی تھیں۔ نہایت عیش و عشرت اور ناز و نعم میں پرورش پائی اس کے باوجود اس معاشرے کے لوگوں سے اپنا دامن ہمیشہ محفوظ رکھا۔ چنانچہ آپ واحد خاتون تھیں جنہیں لوگ طاہرہ کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ جوان ہونے پر یکے بعد دیگرے تین شادیاں ہوئیں۔ لیکن وہ ہر دفعہ کچھ ہی عرصہ میں بیوہ ہو گئیں اس کے بعد وہ قریش کے کئی معزز افراد نے پیغام بھیجے۔ مگر انہوں نے انکار کر دیا اور اپنی بیوگی کا یہ عرصہ نہایت عفت اور پاکیزگی کے ساتھ گزارا۔

حضرت خدیجہؓ کا خاندان بھی پورے قریش کی طرح تجارت پیشہ تھا لہٰذا اب انہوں نے تجارت میں حصہ لینا شروع کیا اور اپنے عزم، دور اندیشی اور معاملہ فہمی کی بنا پر چند ہی دنوں میں خوب دولت کما کر عرب کی مالدار ترین عورت بن گئیں۔ سامان تجارت کو شام اور یمن وغیرہ بھیجنے کے لیے وہ تجربہ کار اور ایماندار افراد کی تلاش میں رہتی تھیں۔ مکہ کے لوگ تجارت کے لیے قافلوں کی شکل میں شام اور یمن کا سفر کرتے تھے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان قافلوں کے ساتھ جایا کرتے تھے۔ آپ کے پاس ذاتی سرمایہ تجارت تو تھا نہیں۔ کمیشن پر دوسرے تاجروں کے لیے کام کرتے تھے اور اپنی ایمانداری اور دیانت داری سے ہر کام انجام دینے میں پوری قوم میں صادق اور امین کے لقب سے مشہور ہو گئے۔

جب قریش کی طاہرہ حضرت خدیجہؓ نے صادق اور امین (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شہرت سنی تو فوراً آپ کی خدمات حاصل کر لیں اور ایک تجارتی قافلے کے ساتھ اپنا سامان دے کر شام بھیجا۔ اس تجارت سے بے پناہ نفع ہوا حضرت خدیجہؓ کے ایک غلام میسرہ بھی ساتھ گئے تھے۔ واپسی پر انہوں نے اپنی مالکہ سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بےحد تعریف کی۔ ان دونوں باتوں سے حضرت خدیجہ بہت متاثر ہوئیں۔ عربی معاشرہ میں عورت کی طرف سے شادی کا پیغام بھیجنا کوئی معیوب بات نہیں تھی چنانچہ حضرت خدیجہؓ نے ایک تجربہ کار عورت نفیسہ کے ذریعے حضرت محمدؐ کو نکاح کا پیغام بھیجا۔ آپؐ اپنے سرپرست چچا ابوطالب سے مشورہ کرنے کے بعد راضی ہو گئے اور چند دنوں بعد ابوطالب نے چند معزز افراد کی موجودگی میں نکاح پڑھا دیا یہ شادی ۵۹۵ء میں ہوئی اور اس وقت آنحضرتؐ کی عمر ۲۵ سال اور حضرت خدیجہؓ کی عمر چالیس سال تھی شادی کے بعد حضرت خدیجہؓ نے اپنا تمام مال و اسباب شوہر کی نذر کر دیا۔ اب یہ دولت غریبوں مسکینوں کی اعانت، یتیموں اور بیواؤں کی خبرگیری، قرضداروں کی ادائیگی اور مسافروں کی مہمان نوازی میں صرف ہونے لگی۔ اس کے علاوہ انہوں نے اپنی جاں نثاری و وفاداری اور اطاعت و محبت کا ایسا بے نظیر مظاہرہ کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخر وقت تک اس رفیقہ حیات کو نہیں بھولے اور ان کی محبت اور ہمدردیوں کو یاد کر کے ہمیشہ اشکبار ہو جایا کرتے تھے۔

جب حضرت خدیجہ کی ازدواجی زندگی کے پندرہ برس گزر گئے۔ تو قدرت نے آپ کے شوہر کو ایک عظیم الشان منصب پر فائز کیا۔ حضورؐ کی بعثت کے ساتھ خدیجہؓ کا ذکر ناگزیر ہے اس زمانے میں انہوں نے ہر مرحلہ پر نبی اکرمؐ کی مدد کی۔ بعثت سے پہلے جب عبادت کے لیے آپ غار حرا میں جاتے تو وہ کھانا تیار کر کے دیتیں۔ اور کبھی کبھی خود بھی ساتھ تشریف لے جاتیں۔ پھر جب حضرت جبرائیل علیہ السلام غار حرا میں آئے اور رسول کریمؐ اس عجیب و غریب واقعہ پر لرزاں و ترساں گھر پہنچے تو یہ حضرت خدیجہؓ ہی تھیں جنہوں نے ہر طرح سے تسلی دی۔ اور آپ کے بارے میں یہ تاریخی شہادت پیش کی کہ خدا آپ کو کسی مصیبت میں مبتلا نہیں کرے گا۔ آپؐ لوگوں کے ساتھ نہایت مہربانی سے پیش آتے ہیں۔ ہمیشہ سچ بولتے ہیں۔ مصیبت زدہ لوگوں اور ضرورت مند لوگوں کے کام آتے ہیں اور مدد کرتے ہیں انہیں آپ دوبارہ قائم کرتے ہیں ایسے پاک دل، پاک نفس اور فیض رساں ہیں ایسے وجود کو خدا کس طرح ضائع کر سکتا ہے۔

حضرت خدیجہؓ اپنی عقلمندی سے معاملہ کو سمجھ گئی تھیں۔ مزید تسلی کے لیے اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں جو الہامی کتابوں کے عالم تھے ورقہ نے پورا حال سن کر تصدیق کی کہ خدا تعالیٰ نے آپؐ کو اپنا رسول بنایا ہے۔ حضرت خدیجہؓ نے فوراً آپ کی رسالت کو تسلیم کر لیا اور اس طرح آپ کو پہلی مسلمان ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

ایمان لانے کے بعد ام المومنینؓ کی زندگی کا ہر لمحہ اسلام کی خدمت اور اعانت کے لیے وقف ہو گیا۔ اپنے خاندانی شرف اور دولت مندی کی وجہ سے وہ مکہ کی نہایت بااثر خاتون تھیں اس لیے ان کی موجودگی میں اہل مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو زیادہ تکلیفیں نہیں دے سکتے تھے یہی حال ابوطالب کا تھا دونوں ہر طرح سے مسلمانوں کی مدد کرتے۔ جب آپ کفار کی جہالت اور ظلم سے اداس و دلگیر ہو کر گھر میں تشریف لاتے تو مہربان بیوی ہر طرح سے حوصلہ افزائی کرتیں۔ یہ دونوں ہستیاں نبوت کے دسویں سال میں ایک کے بعد ایک آپؐ سے جدا ہو گئیں۔ ان کی مفارقت آپ کے لیے عظیم صدمہ کا باعث [illegible] آپ نے اس سال کو حزن و ملال کا سال [illegible] کو اپنے ہاتھوں مقام حجون میں دفن کیا۔ انتقال کے وقت ان کی عمر ۶۵ سال تھی۔ بیٹوں کے علاوہ [illegible] فوت ہو گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے [illegible] چار بیٹیاں ہوئیں۔

نعت شریف

افتخار لودھی ۔ لاہور

بنا لیا ہے بہاروں نے گھر مدینے میں
مہک رہی ہے ضیاء سے [illegible] مدینے میں
یہ آرزو ہے مری [illegible] مدینے میں
کہ میں تڑپتا رہوں عمر بھر مدینے میں
حضور آپ کے قدموں میں [illegible]
ہجوم رہتا ہے شام و سحر مدینے میں
مہک مہک اٹھا دل کی [illegible] مدینے میں
چمک چمک کے زخم جگر مدینے میں
میں کیوں نہ منزل عقبیٰ کی جستجو کروں
مجھے نصیب ہوا ہے سفر مدینے میں
کلی کلی میں اگر افتخار [illegible]
پہنچ ہی جائے گی اک دن خبر مدینے میں